

حَدِيثِ قُسْطَنْطِينِيَّةِ

www.sirat-e-mustaqeem.net

بخدمت

ڈاکٹر اسرار احمد



عبدالکریم مشتاق

حیاتِ قسطنطنیہ

بخدمت

ڈاکٹر اسرار احمد



عبد الکریم مشتاق

”اسلام، ہمارا دین ہے“

”اسلام، ہماری معیشت ہے“

”اسلام، ہماری سیاست ہے“

لقد

اتحاد، تنظیم اور یقین محکم
کے اصولوں کو ہمیشہ یاد رکھیے!

عرضِ ناشر

جنگِ قسطنطنیہ اور یزید ملعون

نامیوں نے آج کل بخاری کی ام الحرام والی اکلوتی حدیث سے یزیدؓ کی ظالمانہ کارروائیوں پر مغفرت کے پردے ڈالنے کی بھرپور کوشش شروع کر رکھی ہے۔ اور اس کو معذور و بے قصور ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی اتنی مبالغہ سے بھرپور قصیدہ خوانی کی جا رہی ہے کہ اس کو توحید جہانِ تنگ بنایا جا رہا ہے۔ ہم بہتر خیال کرتے ہیں یزیدؓ کی اس قسطنطنیہ والی ڈھال کو توڑ کر اس کا سیاہ و سینہ جاک کر دیا جائے تاکہ اس کے حواری اپنے گریب افوں میں جھانک کر یا تو شرم کے مارے ڈوب مریں یا پھر بغلیں جھانکتے پھریں۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا گروہ سنہ ۶۲۵ھ میں بلادِ روم کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس لشکر کا سردار سفیان بن عوف

تھا جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۴۹ پر علامہ عینی نے بیان کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی جیسے جھگڑا لاء علامہ اقرار کرتے ہیں کہ

”معاویہ نے ۵۵ھ میں ایک حبشہ جہاد روم کے شہروں کی طرف بھیجا اور اس کا سردار سفیان بن عوف کو بنایا جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو اس نے بہانہ سازی کی اور نہ گیا پس اس کا باپ اسے روکنے پر مجبور ہو گیا۔ اس مہم جنگ قسطنطنیہ میں فوج کو سخت بھوک پیاس اور بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت یزید نے خوش ہو کر اشعار پڑھے کہ مجھے پرہیزگار نہیں کر سکیں گے۔ کافر قذوہ کے مقام پر پش و نکالیف و معائب سے کیا برہ حال ہوا۔ میں تو دیوبان میں تکیہ لگا کر ام کلثوم (زوجہ یزید) سے ہم بستری کر رہا ہوں۔ (ام کلثوم بنت عبد اللہ بن عامر) یزید کی بیوی تھی) جب معاویہ نے یزید کے یہ اشعار سنے تو قسم کھائی کہ اب میں یزید کو سر زمین روم پر سفیان بن عوف کے پاس ضرور روانہ کروں گا تاکہ اس کو بھی ان معائب و نکالیف کا احساس ہو جو قسطنطنیہ کے شکاریوں نے جھیلے۔ پس ثابت ہوا کہ نہ ہی یزید لشکر قسطنطنیہ کا امیر مقرر ہوا اور نہ ہی اس نے اس لشکر میں شرکت کی۔ لہذا اس کی مغفرت کا تیس کرنا بیوقوفوں کی جنت میں سیر کرنا ہے۔

عبد جابر کے مشہور اہل سنت علامہ مولوی محمد شفیع صاحب اذکار دہلی نے اپنی کتاب ”امام پاک اور یزید پلید“ میں اس سے متعلق ۷ امور اخذ کیے ہیں جن کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلاد روم کی طرف جہاد کے لئے گیا اس کے قائد امیر حضرت سفیان بن عوف تھے۔ یزید نہ تھا

(۲) یہ کہ یزید اس سے پہلے شکریں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے شکر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے لہذا یزید اس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے روگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا بلکہ اس کی بے پرواہی کا یہ عالم کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون نکالیف و معائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ اس نے کہا مجھے تو دیر مران کے مژتین و مکاف فرس و فروش اور ام کلثوم کے ساتھ عیش چاہیے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا، کیونکہ حضرت امیر معاویہ نے اس کے اشعار سن کر قسم کھائی تھی کہ اب اس کو ضرور بھجوں گا تاکہ اس کو بھی مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں لہذا اس کو مجبوراً بادلِ نخواستہ قہر و دیش بجان درویش کے طور پر جانا پڑا اور وہ اخلاص کے ساتھ راہ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کاغزوہ میں شریک ہونا بطور سزا تھا، اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

ایک دلیل

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی "تاریخ الخلفاء" میں عبد المالك بن مروان کی ایک وضاحت تحریر فرماتے ہیں جس پر خود کرنے سے ہر صاحب انصاف نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

"عبد المالك بن مروان نے خالد بن یزید اور یزید کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اس وجہ سے لوگ ان سے ناخوش تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصیتوں نے مسلمانوں میں فساد کا بیج بویا ان میں ایک عمر بن العاص جنہوں نے جنگ صفین میں امیر معاویہ کی جانب سے یزید پر قرآن شریف بلند کرائے۔ ابن قرأ کا بیان ہے کہ عمر بن عاص ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے خوارج کو حکم (ثالث) مقرر کیا تھا جس کا وہاں بیت تک ان کی گردن پر رہے گا۔ دوسری فقہانہ تفسیر شخصیت معاویہ بن شعبہ کی ہے جو امیر معاویہ کی طرف سے کوڈ کے گورنر تھے۔ ان کو امیر معاویہ نے ایک حکم بھیجا کہ جس وقت تم میرا مکتوب پڑھو خود کو اسی وقت معزول سمجھو۔ معاویہ نے اس حکم کو نہیں مانا اور چند روز کے بعد خود معاویہ کی پاس پہنچے معاویہ نے اس دیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو معاویہ بن شعبہ نے کہا میں ایک اہم کام کی تکمیل میں مشغول تھا جس کے باعث تعمیل حکم میں تاخیر ہوئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا وہ اہم کام کونسا تھا، معاویہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے یزید کے لئے آپ کے انتقال کے بعد خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ یسین کو امیر معاویہ نے دریافت کیا

معاویہ صلح حسن کی شرط کے خلاف اقدام کر رہا تھا۔ عہد شکنی، پھر بھی عدالت میں ملوث رہا۔ اس وقت کے لوگ ناخوش تھے تو گناہ گار نہیں مگر ہم آج قابل اعتراض ہیں۔

تو پھر تم نے اس کام کی تکمیل کر دی۔ معاویہ نے کہا ہاں! میں اس کام کو پورا کر چکا۔ حضرت معاویہ نے معاویہ سے کہا تم جاؤ اور حسبِ اپنی اپنے فرائض ادا کرتے رہو جب معاویہ ابن شعبہ امیر معاویہ کے پاس سے واپس ہوئے تو ان کے ملنے والوں نے پوچھا کیسی گزری؟ معاویہ نے جواب دیا کہ میں معاویہ کو ایسی دلیل میں پھنسا گیا ہوں کہ اب قیامت تک ان کا پاؤں اس سے نہیں نکل سکے گا۔

(تاریخ خلفاء ص ۳۱۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی)

منقولہ بالا بیان سے بہت دلمے شکوک دھڑھکتے ہیں اور عہد شکنی، فساد انگیزی، فتنہ پرورانی جیسے شنیع امور ایسے افراد پر مکمل طور پر ثابت ہو جاتے ہیں جن کو بعض لوگ ہدایت کے ستارے اور عدل و انصاف کے شہ بابائے کہتے ہیں۔ اگر ان ہی لوگوں کی سیرت و کردار کو نمونہ عمل بنالیا جائے تو یہ دنیا محسوسہ سازش اور ارمانی جہنم کا ایک خطہ نظر آنے لگ جائے۔ یا ایک دلدل جس سے قیامت کے بعد بھی چھٹکارا یا ناکامی ہو۔

علامہ سیوطی نے محمولہ بالا کتاب میں واضح الفاظ میں یزید پر لعنت کی ہے۔

"یزید، یزید اور امام حسینؑ کے قاتل۔ ان تینوں پر اللہ کی لعنت۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲)

حافظ علامہ جلال الدین سیوطی نے انتہائی محتاط و مختصر میری زیدی سماج | مگر جامع کلامی کے ساتھ یزیدی سماج کی تصویر کشی کی ہے۔

دیکھتے ہیں کہ

"یقین ہو گیا کہ اب ہم برآسمان سے پتھر پل کی بارشیں ہوں گی۔ کیونکہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے۔ شہر میں پی جا رہی تھیں اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔"

اللہ فرشتوں اور لوگوں کی لعنت کا مستحق یزیدؓ

کی روایت نقل کی ہے کہ
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اُس شخص کے اوپر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی جو کہ اس لعنت بے شمار کا اولین مستحق معاویہ کا چشمہ و چراغ ابو خالد یزید بن ہاشم ہے کہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں۔"

"سنت میں یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ اس پر خروج کی تیاری کر رہے ہیں اور انھوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔ یہ سن کر اس نے ایک بھاری لشکر مدینہ کی طرف روانہ کیا اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا۔ یہاں ٹوٹ مار کرنے کے بعد یہی لشکر مکہ معظمہ حضرت ابن زبیرؓ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا گیا۔ اور واقعہ حرہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔ واقعہ حرہ جانتے ہو کیلئے۔ اس کی کیفیت حسن مرقہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزار ہا صحابہ ان لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مدینہ شریف کو خوب خوب لوٹا گیا۔ ہزاروں بکرہ لڑکیوں کی بکارت زائل کی گئی (ان کے ساتھ مدینہ النبی میں زنا بالجبر کیا گیا) انا للہ وانا الیہ راجعون!"

(تاریخ الخلفاء ص ۳)

مترجم تاریخ الخلفاء ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی اظہار تعجب

کرتے ہوئے ص ۳۰ پر حاشیہ لگاتے ہیں کہ

"لے یزید کے ان ناپاک اعمال کے بعد بھی لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو، یا للعجب"
لیکن مشتاق کو حضرت بریلوی صاحب پر تعجب ہے کہ شاید انھوں نے لوگوں کو یہ کہتے نہیں سنا کہ یزید خلیفہ راشد و رشید بھی ہے۔ الامان

امام احمد بن حنبل کا باطن فیصلہ

احمد

اپنے فتنہ کو خصوصی نصیحت

آمرالبعث میں کے ایک امام اہل سنت احمد بن حنبل نے یزید پر لعنت کرنے کی ہدایت اور وصاحت بایں الفاظ کی جب اُن کے بیٹے نے اُن سے دریافت کیا کہ فتنہ و فجور کے سبب آپ یزیدؓ کو ملعون کیوں قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا:

"لے میرے بیٹے کیا ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرے اور پھر یزیدؓ سے بھی دوستی رکھے؟ (یعنی ناممکن ہے کہ صاحب ایمان کا صاحب یزید ملعون ہو) اور ایسے (ملعون) شخص پر میں (احمد بن حنبل) لعنت کیوں نہ کروں؟ جس پر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں لعنت کی۔ میں (فرزند احمد) نے دریافت کیا خدا نے کس مقام پر اپنی کتاب میں یزیدؓ پر لعنت کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا خصل عیثم.... کہ پھر تم سے یہ امید ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو ملک

میں فساد برپا کر دے اور قطع رحمی کر دے ایسے ہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ سیران کو بہرا اور اندھا کر دیا اس مقام پر امام احمد حنبل نے اپنے بیٹے سے فرمایا: کیا قتل امام حسینؑ سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟“
(مواہی مرقۃ ابن جریر ص ۲۲)

حافظ ابن کثیر کی زبان سے

کردارِ یزیدؓ

نواب کے چہیتے مفسر ابن کثیر دمشقی نے یزیدؓ کا چال چلن اس طرح بیان کیا ہے

”بلشب مروی ہے کہ یزید اس معاملہ میں مشہور (بدنام زمانہ) تھا کہ وہ لہو و لعل کے آلات رکھتا، شراب پیتا تھا۔ گانے بجانے، شکار کھیلنے بغیر وارہی کے لڑکوں کو رکھنے، چھینے چھنے بجانے رکھنے پالنے، سنگ والے سینڈھے ریچھوں اور بندروں کو لڑانے میں مشغول رہتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ گزرا کہ اس نے شراب نہ پی ہو۔ وہ بندروں کو بچے ہوئے گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا، اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں سجاتا تھا۔ اسی طرح لوندوں کے سروں پر بھی۔ وہ گھوڑوں کی ریس کرتا تھا۔ اور اگر اس کا کوئی بندر مر جاتا تھا تو اس کو بہت صدمہ پہنچاتا تھا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی موت یوں واقع ہوئی کہ وہ ایک بندر کو اٹھائے ہوئے تھا۔ اور اسے اٹھال رہا تھا کہ اس بندر نے اس کو کاٹ لیا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی بڑائیاں بیان کی گئی ہیں۔“

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۳۵)

علامہ ابن کثیر نے یزیدؓ کو قتل حسینؑ کا مجرم قرار دیا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے یزیدؓ کو قتل حسینؑ کا مجرم قرار دیا ہے۔

”اور یزیدؓ کے چکلے (یزیدؓ) نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو عبد اللہ ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کیا“

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۳۲)

اب ہم اس ملعون کی بدکرداری کا ثبوت اس کے بیٹے کی زبان سے پیش خدمت کرتے ہیں۔

یزیدؓ اپنے ہی بیٹے کی نظر میں
”خیوۃ النحوان“ جلد ۵ ص ۲۵ میں
لکھتے ہیں کہ بہت علماء نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق معاویہؓ بن یزیدؓ جب اپنی خلافت سے مستعفی ہوا تو میرے چڑھا اور دیر تک بیٹھ کر حمد و ثنا الہی پڑھی اور خطبہ کو یہاں تک پہنچا کر کہا۔

”میرے دادا معاویہؓ نے اسی خلافت کے لئے اس شخص سے جمع کیا جو میرے دادا سے زیادہ مستحق تھا۔ بلکہ سب ہی سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ قربت رسولؐ اور فضیلت میں سب پر فوقیت اور سبقت رکھتا تھا (یعنی علی علیہ السلام) تو میرے دادا اس کے برخلاف اس چیز کا مرتکب ہوا جو تم جانتے ہو۔ اور تم بھی اس کے ہمراہ اسی طریقے پر چلے جو تم لوگوں سے مخفی نہیں ہے حتیٰ کہ میرے دادا کے لئے امور خلافت کا انتظام بخیر ہو گیا۔ اور جب اس کو تقدیر مقرر کے مطابق موت کے ہاتھوں نے پکڑا تو انہی قبر میں اکیلا اپنے اعمال میں گروی رکھا گیا۔ اور اس نے جو جو عمل کا قورسہ

بھیجا ہوا تھا اس کا مزا پالیا۔ اور اپنے ارتکاب معاصی و تعدی کا ملاحظہ
 کر لیا۔ پھر خلافت میرے باپ یزید کی طرف منتقل ہوئی اور اس نے
 تمہاری سرداری کا بیڑ اپنے گلے میں محض اس حرص و ہوا کی بنیاد پر پہنا جو
 اس کے باپ کے دل میں تھا۔ اور میرا باپ یزید اپنی بد فعلی اور اپنے نفس
 پر ظلم کرنے کے سبب سے خلافت اور امت محمدی پر سرداری کے لالچ نہ
 تھا۔ مگر اس نے حرص پر سوار ہو کر اپنے گناہوں کو مستحسن اور اچھا خیال
 کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس پر بغاوت کی جس کے مقابل اس
 کی کوئی قدر نہ تھی۔ یعنی اولاد رسول اللہ پر تو مدت اس کی کم ہوئی اور
 نشانی اس کی منقطع ہوئی۔ اور اپنے گڑھے قمر کو بار بار اعمال خود کو
 گھلے لگا کر اپنے گناہوں میں گروی ہو کر ماسویا مگر اس کے گناہوں کے
 نشانات دنیا میں باقی موجود رہے۔ اور جو اس نے بھیجا تھا اس کو مل گیا
 اور پشیمان اس وقت ہوا ہو گا کہ اسے پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی
 پس تحقیق میں نے تو تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی بیعت کا بیڑ نکال لیا
 ہے۔ پس سلام ۶

تقریباً ایسا ہی مضمون علامہ اہلسنت ابن حجر مکی نے اپنی کتاب
 صواعق محررقہ ص ۱۳ پر تحریر کیا ہے۔ لہذا اس خطبہ سے ہر شخص
 کو دار یزید سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے۔

پس ان شواہد سے سرعاً ثابت ہوتا ہے کہ یزید قتل حسین جیسے
 ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہے اور اس کی صفائی پیش کرنا جہالت کے
 ساتھ ساتھ اہل بیت رسولؐ سے دشمنی رکھنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ الرحمہ

آدمیت اور شیطانیت انزل سے برسر پیکار میں کبھی ابراہیم و خمدود
 کی شکل میں کبھی موسیٰ و فرعون کی صورت میں جتنی کہ محمدؐ و ابوسفیان
 کے بعد یہ محکمہ آرائی میدان کر بلا میں حسین و یزید کے درمیان ہوئی۔ حسین نے
 اپنے اچھوتے انداز میں یزید کو شکست فاش دی اور یزید ایسا رسوا ہوا کہ اس
 کا نام آنے والے ہر دور میں گالی بن گیا۔ یزیدیت کے پرستاروں نے
 یزید کو عادل امام خلیفہ راشد، امیر صحابہ اور نبی و فرشتہ ثابت کرنے کے
 لئے کوئی کسر اٹھانہ رکھی اس کی مدح و ستائش میں قصیدہ خوانی کرنے میں
 کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ تقریر و تحریر تبلیغ و تشہیر اور ترغیب و تحریک
 ہر میدان میں اپنا بیڑی چوٹی کا زور لگایا مگر رشیم کذب کے تانے بانے سے
 بنے ہوئے خوبصورت لفظی نقاب یزید کے مکروہ چہرے کو ڈھانپ لیسنے
 میں برسی طرح ناکام ہو گئے۔ کیونکہ اس کی اصلی تصویر خون ناحق کی روشنائی
 سے قرطاس عالم پر ایسے کئے رنگ سے کھینچی ہوئی ہے کہ جھیلے جھیل
 نہیں سکتی۔ لیکن کچھ بھی کوشش بدستور جاری ہے یزید یوں کے
 قلم سے انصاف کا خون روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ ان کی تقریر میں
 اور تحریر میں خیانت کا مروجہ ہیں خلافت معاویہ و یزید، رشید
 ابن رشید، حیات سیدنا یزید اور معاویہ یزید جیسی رسوائے زمانہ
 تحریریں یزیدیت کی بے حیائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، ہمیں ان کی خرافات
 پر کہ جن میں انتہائی شرانگیز اور بد فتن طریقوں سے خاندانہ رسولؐ کریم
 کی شان میں لاتعداد طریقوں سے شدید کشتا خیال کی گئی ہیں اور تاریخی
 حقائق کو توڑ مڑ کر دریدہ دشمنی، انہی تنقادات اور تبلیخی خیانت کا مظاہرہ
 کیا گیا ہے۔ ہر کوئی انہماک خیال کرنا مقصود نہیں ہے البتہ اس دور کے وکیل یزید

نام نہاد مذہبی اس کا لڑا کٹر اسرار احمد صاحب سے متبادل خیالات
 کرنا منظور ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اخباری اطلاعات کے مطابق ایم
 بی۔ بی ایس میں اور بنیادی طور سے پیشہ ور طبیب تھے۔ مگر بعض وجوہات
 کے باعث انہوں نے یہ پیشہ ترک کر کے ممبر ملا کو روٹی بخشی۔ کہاوت ہے
 "نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان" بحیثیت ڈاکٹر ان کی پیشہ ورانہ خدمات کا
 ریکارڈ نامعلوم ہے البتہ ملا کی گدی پر وہ "دینی ملا فی سبیل اللہ فسادہ"
 کے مصداق ثابت ہوئے ہیں۔ اکثر و بیشتر اخبارات میں ایسی خبریں نظر سے
 گذرتی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے موصوف نے دین کو اڑ بنا کر دراصل لینڈازوں
 کو آپس میں خبر و آزار رکھنے کا شوق پورا کیا ہے۔ اسماعیل لاہوری جو دوسرے
 سانچہ روزنامہ ہوا سنسنے میں آیا ہے اس کے اسباب سے ڈاکٹر صاحب کے غیر مذہبی
 رویہ اور مذہب کو مارا کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے حقیقت جو بھی ہو اس کا
 کھوج لگانا متعلقہ ارباب حکومت کا کام ہے۔ ہمارا مدعی تحریر یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب
 اگر یزید کو خلیفہ مانتے ہیں یا اپنا امام تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں ان پر اعتراض
 کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہمارا اعتراض اتنی ہے کہ وہ صادق و امین رسول
 ستیلا المسلمون خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات
 بابرکات سے جھوٹا منسوب نہ کریں کیونکہ جس نبی پر جھوٹا باندھا اس نے
 اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔

عاجز مشتاق دنیا بھر کے تمام یزید نوازوں کو تبلیغ دیتا ہے کہ اگر آپسب
 مل کر بھی جہوہ طہنت کی کسی مصدقہ کتاب سے یہ ثابت کر دیں کہ چاروں سنی
 ائمہ فقہ (یعنی امام اعظم حضرت ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد حنبل اور
 امام مالک) میں سے کسی ایک امام نے بھی یزید کو برحق خلیفہ ثابت کیا
 ہو تو ایک لاکھ روپے نقد انعام پیش کر دیں گا۔
 حدیث قسم طعنہ بیان کر کے یزید کو چار چاند لگائے جاتے ہیں۔ گو کہ

میں اپنی کتاب "یوزدہ مسئلے" میں اس پر ایمائی گفتگو کر چکا ہوں مگر کج جبکہ
 جیتے و زین کا یہ بھونڈا فتنہ برسرِ اطرز میں ڈاکٹر اسرار احمد نے لاپینا
 شروع کر دیا ہے جس سے عوام الناس میں بے چینی و اضطراب محسوس کیا
 گیا ہے ضروری سمجھا گیا کہ اس صورتِ الحرام کو روکا جائے۔ حامیان یزید
 کے پاس یزید کے بچاؤ کے لئے یہی جمعی سمجھے جیسے جس کو وہ گاہے بگاہے کش
 میں لاتے ہیں چنانچہ محمود احمد عباسی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "خلافتِ معاویہ
 و یزیدہ" میں اسے تقریباً سو بار استعمال کیا ہے اور اتنی ہی مرتبہ ابو یزید
 محمد دین برہن نے "رشید ابن رشید" میں اس کو چلانے کی کوشش کی ہے
 تاکہ عوام کو باور کر اسکیں کہ یزید "مغفور لہم" کی لبثتِ ارت میں شریک
 ہے۔ مگر نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کثرت سے جھوٹ کا
 استعمال بھی ان کی مراد پوری نہ کر سکا۔ باوجودیکہ بڑی ہوشیار کامی
 لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کی گئی مگر یوزدہ فریب کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا
 آج کل نا صبیول کے اسلم خانہ کی یہ جھوٹی فزوق ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اٹھا
 اٹھائے ٹھٹھا ٹھٹھا کرتے پھر رہے ہیں چنانچہ ہم اب اس موصوفہ حدیث
 کو نقل کرتے ہیں۔

حدثنا اسحق بن یزید الدمشقی حدثنا یحییٰ بن حمزہ قال حدثنی
 ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثہ
 انہ ان عبادۃ ابن الصامت و صفوان بنی ساحل حمص و صفوانی
 بنالہ و محد ام حرام قال عمیر حدثنا ام حرام انھا سمعت النبی
 یثرون البی قدا وجہوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انافیعہ
 قال انت فیہم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی
 یغزون مدینۃ قمر خفر لہم فقلت انافیعہم یا رسول اللہ قال لا
 (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما اکتل فی قتال الروم حدیث کذا جلد ۱ ص ۱۸)

اسحاق بن یزید دمشقی بکلی بن حمزہ، قزوین یزید، خالد بن معدان، عمر بن اسود غسانی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گئے جبکہ وہ ساحل حمص میں اپنے ایک محل میں تھے اور ان کے ہمراہ ان کی بی بی ام تہام بھی تھیں۔ غیر کہتے ہیں کہ ہم سے ام حرام نے بیان کیا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کریں گے ان کے لئے جنت واجب ہے۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں انھیں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا تم انھیں میں سے ہو۔ ام حرام کہتی تھیں کہ پھر رسول اللہ نے فرمایا میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے پای تخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔

اس روایت پر حاشیہ لکھا ہے۔

”قد اجبوا“ یعنی ان کے لئے جنت واجب ہے۔ ”مدینۃ قیصر“ یعنی ملک روم۔ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینۃ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کی جماعت تھی مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو یوسف انصاری رضی اللہ عنہم ائمہ اربعین اور ابو یوسف نے ۶۷ھ میں انتقال کیا۔

خیر الباری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا اس حدیث میں معاویہ کی منفعت ہے کہ اس نے پہلی کسری لڑائی کی اور اس کے بیٹے کی منفعت ہے کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی ابن عیین اور ابن منیر نے مہلب کا سچا کیا کہ عموم میں داخل ہو جانے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج ہو نہ ہو سکے کیونکہ اصل یہ تھا اس بات پر کہ اختلاف نہیں کہ

رسول اللہ کا فرمان مشروط ہے کہ وہ لشکر اہل مغفرت سے ہو گا۔ حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی امر تکہ ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں ہرگز داخل نہیں ہیں یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان ہی کے لئے ہے جن میں مشروط مغفرت یا نبی بعائے۔

آجکے فی محمود عباسی نے چالانکی کے ساتھ اس حاشیہ میں مرقوم مہلب کا قول تو نقل کر دیا ہے مگر باقی عبارت کو لکھ کر دیا ہے حالانکہ شارح بخاری علامہ قسطلانی نے اس حدیث کی شرح کر کے بعد بھرا کر انداز میں لکھا ہے کہ

فحقن في شانه بل في ايمان له لعنت الله عليه وعلى انصاره وعلى اعوانه، یعنی ہم یزید کے بارے میں ہرگز توقع نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان پر شک کرتے ہیں یزید پر اس کے انصار و اعوان پر اللہ کی لعنت ہو۔

قسطلانی شرح بخاری

”اور جو شہر قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ یزید تھا۔ اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ تھا مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو یوسف انصاری اور مؤخر الذکر نے ۶۷ھ میں وہیں انتقال کیا۔ اس روایت سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے معنی ہونے کی دلیل پکڑ لی ہے کہ وہ (مغفور لھم) کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات ذمہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دلیل خاص سے بھی اسکی خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر اتفاق کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ کا فرمان

۱۸ مغفور رحمہ، مشروط ہے اس شرط کے تحت وہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں گے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت سے خارج ہے؟ (قسط لانی شرح بخاری ج ۱ ص ۱۲۱)

یزید مغفور نہیں ہوتا ہے۔

منقولہ بالا عبارات کے علاوہ دیگر شراحین بخاری نے بھی مذکور بالا اشترجی بیان کی تائید فرمائی ہے۔ مثلاً حنین کا یہ موقف ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم یزیدی کو لے کر سے دریافت کریں کہ بتائیے یزید مغفور تھا یا مقہور؟ مسلمان سمجھا یا مرتد؟ ہمتی تھا یا دور؟ ہمتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو ان نقل کردہ اقتباسات کی روشنی میں یزید یلید فاسق و فاجر ہے کیا مرتد بھی ثابت ہو گیا ہے۔ جیسا کہ محدثین کی عبارات سے واضح ہے کہ مہلب کا قول بنو امیہ کی ناجائز ممانعت کا پیش خیمہ ہے۔ یزید ہرگز اس عموم مغفرت میں داخل نہیں بلکہ مغفور رحمہ کا قول قابل مغفرت ہونے کے ساتھ مشروط ہے کہ یزید ہرگز قابل مغفرت نہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہے۔ پھر شراحین کا اس بات پر زور دینا کہ اس جنگ کے بعد مرتد نہ کرنے والا شخص ہی قابل مغفرت ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ محدثین یزید کو اس عموم سے خارج قرار دیتے ہوئے اس کے ارتدادی دلیل مہیا کرتے ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ مہمور مبین کے شیخ الاسلام محمد توفیق اسی حدیث کی رو سے یزید کو مرتد اور مقہور قرار دے رہے ہیں جبکہ آج کے نیم ملا اور نام نہاند مہمبھی اس کا رد و محقق اس مقہور کو مغفور و پیدائشی جنتی بنامینے پر استیلا قائم کر رہے ہیں۔

قسط ظہیر کی مہم امینہ تارخ نہیں!

مناسب ہے کہ قارئین کو آگاہ کر دیا جائے کہ یزید کا اس مہم میں شریک ہونا کس نوعیت کا تھا چنانچہ ہم کو اسباب کی حسب پسند ان کتب تاریک

سے رجوع کریں گے جن سے وہ عموماً اپنے مطلب کی ادھوری عبارتوں کو نقل کرتے رہتے ہیں چنانچہ مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ:

”سعدیہ میں سفیان بن عوف کے زیر کمان معاویہ نے ایک لشکر جزا بلا دردم کی طرف روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ یزید جیلے بہانے بنا کر بیٹھ رہا۔ معاویہ نے اس کے بہانوں میں لگا کر اسے رخصت کر دے دی۔ کہ شوہر نے قسمت سے اس لشکر میں ایک دریا پھوٹ پڑی۔ اسے ایک مرض اور خط نے آلیٹا۔ جب اس ابتلا کی اطلاع یزید کو ملی تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا: ”مجھے اس بات کی قطعیت ہو رہی ہے کہ ان لشکروں پر فروقدانہ کے مقام پر تپ اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں جبکہ میں نے دیر مرآن میں اونچے تخت پر تکیہ لگایا ہوا ہے اور ارم کلثوم میری آغوش میں ہے۔“ ارم کلثوم عبد اللہ بن عامر کی بیٹی اور یزید کی بیوی کا نام ہے (جب معاویہ نے یزید سے تو قہر کھائی کہ اس میں یزید کو سفیان بن عوف کے پاس ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو دوسرے لشکروں پر نازل ہوئے ہیں۔“ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۹۱)

ناصبیوں کی عظیم ترین بہالت اور سب سے بڑی حماقت یہ ہے کہ ان کی نام نہاد تاریخی تحقیق و ریسرچ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام متقدمین مورخین، مفسرین اور محققین رافضی اور غالی شیعہ ہیں لیکن انتہائی مکارانہ طریقہ واردات ان کا یہ ہے کہ جب کسی جید بزرگ کی عبارت کو توڑ کر ڈکھڑا کر قطع و برید کر کے کوئی ایک آدھ فقرہ اپنے مطلب کا ڈھانسا ہوا ہے تو اسے محقق اعظم بھی مان لیتے ہیں۔ محدث علامہ اودام ایک تسلیم کرتے ہیں مگر جب ان ہی بزرگ کی بوری عبارت سے واسطہ پڑتا ہے تو اسی لمحہ اسے رافضی و شیعہ قرار دے کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ ہر کیف

۲۰
اہم ہر سر مطلب ہم اس حدیث کے بارے میں ساری حین بخاری شریف
کی ساریات پیش کرتے ہیں۔

عمدة القاری شرح بخاری علامہ عینی

امام اہل سنت بدر الدین عینی شرح فرماتے ہیں کہ:

”قد اوجہوا“ کے قول پر بعض نے کہا ہے کہ ان کے لئے جنت واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اس مطلب کا تقاضا نہیں رکھتا اس کے معنی استحقاق جنت کا وجوب ہے اور کہ مانی نے فرمایا کہ انکی جائزوں سے محبت واجب ہے۔ حدیث کا فرمودہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر بھاڑ کرے۔ قسطنطنیہ جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ اور بیزید کا ذکر کہ وہ بلاد روم میں جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام کی جماعت تھی جن میں ابن عمر۔ ابن عباس۔ ابن زبیر اور ابوالدب النصاری رضی اللہ عنہم انہیں مجھے اور میں پر اصرار ہے کہ معاویہ نے سفیان ابن عوف کی معیت میں لشکر کو بھیجا تھا جو بلاد روم میں داخل ہوا اور اس جیش میں ہی ابن عباس۔ ابن عمر ابن زبیر اور ابوالدب النصاری رضی اللہ عنہم تھے اور حاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوالدب النصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اور ریحان شہر کے قریب ان کی قبر بنی۔ اور ان کے ویسے سے لوگ گھڑے وقت دفن مل گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سادات صحابہ سفیان بن عوف کے زیرِ کمان تھے نہ کہ بیزید بن معاویہ کے زیرِ قیادت کیونکہ وہ (بیزید) اگر اس قابل نہ تھا کہ یہ بیزید صحابہ اس کے ماتحت ہوں۔ اور اس حدیث کے بارے میں پہلی بار یہ قول کہ اس میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بکری جنگ لڑی اور اسے فرزند بیزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر بھاڑ کیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ

۲۱
اس میں بیزید کی کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال (بد) مشہور ہے۔ اگر تو کہے کہ رسول خدا نے اس جیش کے لئے مغفور لہم فرمایا ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ عموم میں شامل ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اس میں صاحبان علم نے اتفاق کیا ہے کہ مغفور کا ارشاد ”مغفور لہم“، مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت میں سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی ان غازیوں میں سے اس کے بعد ارتداد کرے کہ وہ اس عموم میں داخل نہ ہو گا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان سے شرط مغفرت پائی جائے۔“

(عمدة القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱)

فتح الباری شرح بخاری (علامہ ابن حجر عسقلانی)

”(لغیر ذل مدینہ قیصر) یعنی قسطنطنیہ پر بھاڑ دھانی“ مطلب نے کہا ہے اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کیونکہ اس نے پہلی بار بکری جنگ لڑی اور اس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بار قسطنطنیہ پر بھاڑ دھانی کی اور تعاقب کیا مطلب کا ابن عمر اور ابن مسعود نے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جاسکے جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ مغفور کا قول ”مغفور لہم“ مشروط ہے (اہل مغفرت سے) حتیٰ کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے کہ وہ متفق علیہ اس عموم سے خارج ہے۔ پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔“

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۱ ص ۱۹۱)

نوشا: یہ ابن عمر اور ابن مسعود دونوں محدث چوٹی کے ناقدین رجال شمار کئے جاتے ہیں۔

ابن خلدون کا بیان

”معاویہ نے سترھ ہجری میں ایک عظیم الشان لشکر سفیان بن عوف کی سرداری میں بلادِ روم کی جانب بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو اس کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ مگر یزید نے جاننا پسند نہ کیا اور معذرت کر لی۔ اس پر معاویہ نے اس کی شرکت ملتوی کر دی۔ اتفاق سے اس لشکر کو لڑائی میں اکثر مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ غلہ کی قلت، مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ لغو اجل بن گئے یزید کو جب یہ بتہ جلاؤ اس نے بیسافہ یہ اشعار کہے کہ یعنی مجھے اس سے کیا غرض کہ لشکر کو ضرورت ہے میں سختی و بدبختی کا سامنا کرنا چاہتا ہوں جبکہ میں نے بلند ہو کر دیرِ مران میں رنگین قالینوں پر تکیہ لگالیا ہے اور ارامِ کلثوم میرے پاس موجود ہے۔ معاویہ کے کالوں میں ان اشعار کی آواز پہنچی تو یزید کو بھیجنے کی قسم کھانی چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ہمراہ جس میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو الیوب انصاری بھی تھے روانہ کیا۔“ (تاریخ ابن خلدون، عربی جلد ہفتم)

ابن اثیر اور ابن خلدون جیسے بلند پایہ مورخوں کی ملتی جلتی عباراتوں سے یزید کا جذبہ جہاد پر قائم رہا واضح ہو گیا ہو گا۔ صحابہ کے اس امام اور علمائوں کے امیر کی مستحق و جذبہ جہاد کے نشتر میں سرشاری ملاحظہ کر کے یزید کے حواریوں کو شرم آجانا چاہیے کہ وہ کیسے تنگ ملت اور بدجنت حکمران کی وکالت کر کے اپنے ایمان کو ہر باد کر رہے ہیں۔ اور جانے بوجھتے ہوئے بھی اپنے گروہِ ظہیم کی آگ روشن کرنے کے لئے اکاذیب کے پلندے جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

کیا اسلام کے کسی بھی مکتب فقہ میں مجاہدین کی صف میں ایسا شخص شمار کیا جاسکتا ہے جو جہاد کا نام سن کر ہر آنے والا شخص لگے اور مسلمان جیش کی مصیبت و تکلیف سن کر ان کا مسخر اٹانے اور اپنی معشوقہ

کو اس خوش میں بٹھانے پر اترائے۔ کیا اندھیر ہے کہ ایسے شخص کو جہاد کا نام اور صحابہ کرام کا سپہ سالار بنانے میں زمین و آسمان کے قد بے مائے جاتے ہیں اس کو جو ہم میں شامل نہ ہونے کا بہانہ بناتا ہے اور اپنی عدم شرکت پر نازاں ہے۔ اس کے یہی خواہ ”مغفور لھم“ میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا باب اس کے خود کا سر نہ بچا کرنے کی خاطر لفظ ”سزا“ پر دوستی اس فوج کے پیچھے بھیجتا ہے جو جنگ کی مصیبتیں پہلے ہی تحصیل چکی ہوتی ہے۔ حیرت انگیز جہاد یہ ہے کہ جب پہلے لشکر کا امیر لشکر سفیان بن عوف ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہو کہ جلیل القدر اصحاب کا سپہ سالار یزید جیسا کھلنڈ را بن گیا۔

روایت مغفور لھم کا پوسٹ مارٹم

روایت و درایت کے اصول و ضوابط کی کسوٹی پر یہ روایت جتنی کھوٹی ثابت ہے شاید ہی کوئی اور اس کا ہم پل ہو۔ میرزا خاں ہے کہ اگر یہ روایت صحیح بخاری میں شریف میں نقل نہ ہوتی تو اس پر جرح کے آثار لگ جاتے کیونکہ اس کی کوئی ایک کل بھی درست نظر نہیں آتی۔

حدیث کا ایک وی بھی قابل اعتبار نہیں ہے

ملاحظہ کیجئے سلسلہ روایات اسحاق بن یزید دمشقی۔ (۲) یحییٰ بن حمزہ۔

(۳) ثور بن یزید، خالد بن معدان (۴) عمیر بن اسود۔ ان پانچوں راویوں کا تعارف بخاری میں یوں ہے کہ اسحاق بن یزید بن ابیہریم۔ یہ صاحب دمشق ہیں جیسا کہ متن میں وضاحت موجود ہے۔ یحییٰ بن حمزہ بن داؤد بن عبد الرحمن دمشقی یعنی یہ صاحب بھی دمشق کے باشندے ہیں۔ ثور بن یزید المصی۔ یہ شخص کے رہنے والے ہیں جو

بوشام کا ایک شہر ہے۔ خالد بن معدان اور عمیر بن الاسود ہمسجن۔ یہ دونوں بھی مشفق ہیں۔ ابنا صہبان علم اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ یہی امیہ میں شام میں وضعی احادیث کے کارخانے دن رات چل رہے تھے لہذا روایت کے بابہ اعتبار کہ کوڑنے کے لئے کوہی ثبوت کافی ہے تاہم علمائے اسلام کی زبانی ان بزرگوں کا تعارف تعدیل اور جرح کی معرفت کتب رجال سے پیش خدمت ہے۔

راوی اول اسحاق بن یزید اسحاق بن یزید مشفق کے بارے میں مشہور محدث ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد نے روایت لکھی اور میں نے ابو زرعہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کا زمانہ پایا مگر میں نے اس سے روایت نہیں لکھی۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

راوی دوم یحییٰ بن حمزہ یحییٰ بن حمزہ کے متعلق محدثوں نے تحریر کیا ہے کہ ان پر قدری المذہب ہونے کا الزام ہے۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ قدری تھے۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

راوی سوم ثور بن یزید ثور بن یزید کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ یہ قدری مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دادا جنگ صفین میں قتل ہوا جبکہ وہ معاویہ کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ ثور جب بھی علی ابن ابی طالب ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوسرا نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہے۔ اُسے قدری مذہب رکھنے کی سزا میں اہل تحفہ شہر بدر کر دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تہذیب التہذیب)

ابام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ ثور قدری عقائد رکھتا تھا اس کو شہر سے نکال دیا گیا۔ اس کے فہم کو جلا دیا گیا۔ (میزان الاعتدال)

راوی چہارم خالد بن معدان اس کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ وہ مکرر روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال)

کہ یعنی میرے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

موضوعہ مناقب

اگرچہ اس روایت کا ایک بھی راوی ایسا نہیں جس کے بارے میں محدثین کی رائے اچھی ہو مگر ہم ان شامیوں و مشقیوں اور قدریوں کی بے اعتباری کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دشمن علیؑ کو ہرے میں فوجہ کے طلبکار ہیں جس ایک کا وجود اس روایت کو مسما کر سکتا ہے کیونکہ قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے خود دشمن علیؑ ہونے کا اقرار کیا ہے جبکہ اہل اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بغض علیؑ مناقب ہونے کی دلیل ہے۔ پس یہ روایت ایک مناقب کا موضوع نہ بنا ہرکار ثابت ہوئی۔

لذا صعب و خوارج کے نزدیک علیؑ کا علانیہ دشمن ثقہ ہو تو ہو مگر کسی ایسے مسلمان کے نزدیک جو حضرت علیؑ کو خلیفہ راشد مانتا ہو کبھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

جب اہل بیث کے بارے میں شیخان علیؑ کی روایات کو اتہام شیعیت کے عذر پر قبول نہیں کیا جاتا ہے تو پھر شیعہ بنی امیہ کی روایت کو کس اصول پر امراء بنی امیہ کے حق میں تسلیم کر لیا گیا ہے جبکہ وہ ثور جیسا ہو جس کے آباؤ اجداد اور وہ خود بنی امیہ کے سمجھا رہے ہوں۔ پس روایتی اعتبار سے یہ جعلی سکہ بنی امیہ کی دمشق فلسطین کا جاری کردہ ہے۔

قد واجبوا ہم اس کتابچے میں کلمہ قد واجبوا، کی مراد مقصود کی بحث میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ نہ ہی اس مہم کے جہاد اسلامی ہونے کی نزاع پر کچھ کہتے ہیں بلکہ صرف اسی پر اتفاق کرتے ہیں کہ خلیفہ اسلام نے یہاں جنت، کے علاوہ اور کچھ واجب ہونا بھی مراد لیا ہے۔ اس طرح یہ مومن متنازع قرار پایا ہے پس اختلاف کی موجودگی میں حجت قائم کرنے کے لئے یہ دلیل ناقص ہے۔

۲۷
بالفرض محال اگر یہ روایت سچی ہو اور یہ بھی صحیح مان لیا جائے کہ یزید
برضا و رغبت اس جنگ میں شریک ہوا بلکہ اس کا لشکر کا سپہ سالار
ہو بھی فرض کر لیا جائے تو بھی اس روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود
نہیں ہے جو اسے پیدا کنی جتنی ثابت کرتا ہو جنت کا لفظ تو سرے سے
ہے ہی نہیں رہا "مغفور لہم" کا ہلکا دودھ "قد اوجبوا" کی بھی دعوت
نہیں رکھتا۔ اگر یہ روایت میں مذکور دونوں لشکروں کا معاملہ ایک سا
ہوتا تو پھر ان کو الگ الگ نہ کیا جاتا بلکہ دونوں کے لئے واجب ہونے
کا قول ہوتا۔

مغفور لہم | اگر "مغفور لہم" کو یہ روایت جنت سمجھ لیا
جائے تو پھر ہر حاجی کو پیدا کنی جتنی ماننا پڑے گا چاہے وہ حج کرنے
کے بعد بے گناہ ان کا قتل کرتا پھرے۔ اسلام سے منہ پھیر کر
محکم ہو جائے کیونکہ حجاج کرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ مغفرت
کر رکھا ہے۔ مگر اس کو صریح کو کوئی بھی مسلمان تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو گا
اسی طرح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان میں اعتکاف میں
بیٹھنے والا اور والے "غفرلہ" اور "مغفور لہم" ہیں۔ لہذا اس بات
پر سرفیکیٹ بلا جنگ حاصل ہو گیا۔ دونوں کے چند ایام مسجد میں
گزار کر سالہ سال لہو و لعب و بد قماشوں میں گزار و جنت کو دل ہی
جائے گی۔ مگر کوئی بھی صحیح الدماغ فرمان پیغمبر کا یہ مفہوم اخذ نہیں
کرے گا۔

تاریخی بیانات کے مطابق جس نہ ہر دستی کے ساتھ دھکیل کر
یزید کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا گیا وہ تو ہرگز یزید کو مغفور لہم کا
مصدق نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ یہ طریق تو معاویہ کی قسم کو پورا کرتا ہے۔
یزید کے چہرہ کی دلیل نہیں بنتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ چلے اگر یہ مان بھی لیتے ہیں کہ یزید اس وقت متقی
دیندار اور مجتہد جہاد سے سرشار تھا لہذا پوری خلیفہ بنیت کے ساتھ
وہ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا جلیل القدر صحابہ اس کے زیر سیادت
تھے پھر جتنی اس کے بعد والے کمر توڑتے اُسے واصل جہنم کرنے کے لئے
کافی ہیں اور اس پر کہ جو مسلمان کے مقتدر محمد بن اور معتبر مورخین کا
اجماع بھی ہے۔

بہر حال حدیث قسطنطنیہ سے یزید کو پیدا کنی جتنی ثابت کرنے کا
استدلال انتہائی لغو ہے یزید کو جن باتوں سے حج کل عرض پر چڑھایا
جا رہا ہے وہ خلف و سلف میں کسی نے نہیں کی ہیں۔ البتہ دور عاجز
کے ناصبی اپنے ممدوح کی حمایت اور وکالت میں حدود سے بہر
ہو گئے نکل گئے ہیں۔ مہلب اور ابن تیمیہ جیسے وکلاء بنی امیہ نے اگرچہ
اس موضوع حدیث کو یزید کے جتنی ہونے کی دلیل قرار دیا ہے مگر پیدا کنی
جتنی کا شوشہ یزید کے مرید جدید چھوڑنے لگے ہیں۔

عیاری! لشکروں کی بشارتوں کو یکجا کر کے بڑی عیاری سے
یتا شریعت ہیں کہ جن روایتوں کے لئے وجوہات مغفرت کی پیشین گوئی ظاہر
کی گئی ہے وہ پہلا لشکر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا یزید کی
سرکردگی میں تھا۔ اس خطرناک جال کی سے وہ یزید کو پیدا کنی جتنی
ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ روایت میں واضح طور پر یہ
مردم ہے پہلے جیش بہر (جنت) واجب ہے اور دوسرے لشکر
کے لئے وعدہ مغفرت ہے۔ مگر یزید لہذا نہ محقق انتہائی عیاری اور غیر
محسوس جال سے دونوں لشکروں کی بشارت کو ایک جگہ جمع کر کے یہ
باد کر لے ہیں کہ ان دونوں فوجوں کے لئے جنت واجب اور وعدہ مغفرت

ہے حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جنت کے واجب ہونے اور اہل مغفرت ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

یزید کو امام و خلیفہ اور امیر صلی یہ بنانے کی حرص میں یہاں تک تہمت لگائی گئی کہ اس لشکر میں امام حسین علیہ السلام نے بھی شرکت کی اور یزید کے زیر کمان قتل کیا حتیٰ کہ ابو یوب النصارى رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حسین بن علی نے یزید کی اقتدا میں ادا کی۔ راقم الحروف اس سلسلہ میں اپنی تحقیق عقرب ابی تصنیف "امام مظلوم اور یزید ملعون" میں ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ فی الحال آپ الہدیت کے معروف محدث مترجم صحاح ستہ علاء وحید الزمان کا تبصرہ بر حدیث قسطنطنیہ ملاحظہ فرمائیے۔

الہدیت محدث وحید الزمان کا تبصرہ

دوسرا جہاد قسطنطنیہ پر ہوا۔

یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اس میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمر، ابن عباس ابن زبیر اور ابو یوب النصارى۔

اس وقت سے بعد یزید نے نکال پھینچے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے اور وہ بہشتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھا تو ان کے گناہوں کی خلافت تک معاویہ زندہ تھے۔ ان کی خلافت تھی اور ان کی خلافت تاحیات با اتفاق علماء صحیح تھی کس لئے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک شخص

خوب بہادر سی سے لڑ رہا تھا اور آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے، اور بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے یزید نے پہلے بڑا اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد تو اس نے وہ گنہ گری سے نکالنے کے معاذ اللہ امام حسین کو قتل کر دیا۔ اہل بیت کی امانت کی۔ جب سر مبارک اماں کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ یزید منورہ پر چڑھائی کی حرم محترم میں کھڑے باندھے۔ مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی۔ ان گناہوں کے بعد بھی کوئی یزید کو مغفور کہہ سکتا ہے؟ قسطنطنیہ نے کہا ہے کہ یزید امام حسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی امانت پر بھی (اور یہ امر متواتر ہے۔ اس لئے ہم اس کے باب میں تو قف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں ہم کو کلام ہے اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔

(یہ سب الہدایہ شرح بخاری ج ۱۱ صفحہ ۹۶ علامہ وحید الزمان) الہدیت علامہ کے تبصرہ کے بعد یہ بحث ہم اپنے وقت کے امام اعظم محدث ابلسنت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب کی طرف لوٹاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

شاہ ولی اللہ محدث کی فیصلہ کن شرح

”مغفور لہم، کے ارشاد نبوی کو دلیل بنا کر بعض لوگ یزید کی نجات پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ اس دوسرے لشکر میں شامل بلکہ اس کا سپہ سالار تھا جیسا کہ تاریخ کو اہی دیتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس عرصہ سے پہلے کے گناہ جو یزید نے کئے تھے وہ بخشے گئے کیونکہ یہاں کفار کا بیان ہے اور کفار کا معاملہ یہ ہے کہ ان سے پہلے کے گناہ زائل ہوتے ہیں نہ کہ بعد کے۔ ہاں اگر انھوں نے کلام کے

ساتھ یہ الفاظ بھی ہوتے اس کی مغفرت قیامت کے دن تک ہے تب وہ اس کی بجات پر دلالت کرتے اور اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو بجات پر دلالت بھی نہیں ہے بلکہ اس کا معادلہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس پر دوسرے کے بعد جن قیام کا تذکرہ اس نے کیا یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ مدینہ منورہ کو تباہ کیا اور شراب نوشی پر اصرار کیا ان پر اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گناہگاروں کے لئے طے شدہ ہے اور اگر اس کی شمولیت تمام گناہوں میں مان لی جائے تو تمام عاصیوں کے متعلق جو عمومی اصول طے ہے کہ ان کی معافی اور سزا دونوں کا امکان ہے۔) نزدیک کے معاملے میں وہ مومن بھی باقی نہ رہے گا۔ بلکہ اس میں وہ احادیث تحدید و تخصیص پیدا کر دیں گی جن میں اہلبیت کا استحقاق کرنے والوں پر ہم میں الحاد کرنے والوں اور سنت میں رد و بدل کرنے والوں کو وعید ہے۔

(مترجم ترجمہ الباب صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب ما قبل فی قتال الروم) اسلامی دنیا میں راجح تمام فقر قول کے مقتدرہ علماء یعنی ہجوید نے ملت مسلمہ نے متفقہ طور پر بریزید کے بختے ہوئے ہونے کی تردید کی ہے مگر آٹھ میں نمک برابری نہ تھی لہذا اتنا ہر طرف دھرم ہے کہ اس کے کان پر ہوں بھی نہیں سنتی ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے ان بزرگوں کو خطا دار قرار دیتا ہے۔ دور حاضر کا دارائے ناصبیت محمود عباسی اپنے مذہبی عقائد کے حتمہ میں ایک خود ساختہ مسلک کا پیروکار تھا۔ وہ تہذیب لبرالہٹکل اس کے چیلے اسی کے چیلے ہوئے لغتوں پر گزرا لاکر رہے ہیں۔ ان میں ایک صاحب محمد عظیم الدین صدیقی ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب احیاء سیرتنا بریزید میں ان تمام بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جہاد قسطنطنیہ اور بشارت مغفرت کے سلسلہ میں اس کی سیر حاصل

گفتگو کے بعد اگرچہ کسی حق پرست اور انصاف پسند شخص کے لئے مزید تفصیل اور قیل و قال کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ بعض سرسبزوں اور جہاد طلبہ نے عناصرتے اس واضح اور اعلیٰ تاہنہ تحقیقت ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دہائی بشارت و پیشین گوئی کو ڈائنامیڈ اور سبوتاژ کرنے میں اٹھ کر چڑی کا نہ درصوف کرنے کی ناکام و نامبارک کوشش کی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھوں اس جانب بھی توجہ کرتے چلیں۔

آئیں جمع میں احباب حال دل کر لے

بسمہ التفات دل درویشاں رہتے نہ تھے

اشکال

۱۔ یہ کہا گیا ہے کہ اول تو اس مغفرت یافتہ لشکر میں بریزید بن معاویہ نے شرکت ہی نہیں کی تھی۔ اور اگر شرکت کی بھی تو کیا ضرورت ہے کہ ہر شریک مغفرت بخشش کا مستحق ہی ہو۔ اگر بریزید بن معاویہ کو مغفرت یافتہ مان لیا جائے تو پھر بھی یہ مغفرت صرف جہاد قسطنطنیہ تک محدود رہے گی اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعد میں پیش آمدہ بدلے ہوئے حالات و کیفیات کی وجہ سے مغفرت و جنت کا یہ ہر وہ صرف منسوخ اور کینسل ہی نہیں بلکہ بھینس سوخت بھی کر دیا گیا ہو۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی و خوشخبری کے باوجود بریزید بن معاویہ نہ کو کسی بھی صورت میں مغفرت یافتہ اور جنتی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہ ہے وہ اشکال جو بعض معاصرین، دانائے اُمت، مفکر ملت بقلم خود مورخ اور عیشہ در ذاکر علماء ائمہ نے گرتی ہوئی سبائی دیواروں میں مرمت کے طور پر اٹھایا ہے لیکن وہ یاد رکھیں کہ اقلانی علم و فکر کی روز افزوں روشنی کے اس دور میں ان بوسیدہ و کرم خوردہ سہاروں کو اب اب اللہ العزیز تادیر قائم نہیں رکھا جاسکتا۔

و دکان بعضہم لبعض ظہیر اسے

آشنا نہ سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹا چلا
ظلمت کے بھیا نک ہاتھوں سے توڑ کر دامن چھوٹ چلا
(حیات سیدنا بزرگ جلد اول صفحہ ۸۲)

اس مکابرانہ سخن سازئی اور جبر زبانی کا انداز شکستہ جواب
تو "امام مظلوم اور سید ملعون" میں سے کیا ہوا ہم اپنا جوابات اشکال
پر ناقدانہ تبصرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ چنانچہ صاحب "حیات سیدنا
بزرگ" جواب اول اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

جواب اول "اے سیدنا بزرگ کی شہرت بھاد سے

متعلق۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۱ باب صدیۃ النوازل جماعت
والی صاف و صریح۔ روایت اور علامہ قسطلانی حافظ ابن حجر
عسقلانی؟ علامہ بدرالدین عینی؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ امام
ذہبی، حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ۔ اور شیخ مورخ علامہ ابن جریر
طبری وغیرہ محدثین و مؤرخین کی وہ عبارات جو ہم گذشتہ اوراق
میں درج کر آئے ہیں انھیں ایک مرتبہ پھر بخور و دیکھ لیا جائے اشکال
کے اس جھگڑے سلسلہ میں وہ کافی، کافی اور کافی ثابت ہوں گی۔ اس
لئے اس موضوع پر مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے (حوالہ مذکورہ بالا)

جواب الجواب

ہم نے گزشتہ اوراق میں مذکورہ عبارات پہلے ہی ہدایت فرمائی
کہ یہی ہیں جن کے من پسند ٹکڑے کاٹ کر سید کی پوشاک جنت تیار
کی جاتی ہے جبکہ علامہ قسطلانی، حافظ ابن حجر، علامہ بدرالدین عینی اور
حافظ ابن کثیر کی عمل عبارات نے اس نازیبا لباس کے پیچھے لگا دیے

ہیں۔ مدعی کے خود پیش کردہ گواہوں نے ہی اس کے دعویٰ کی تردید
تکذیب کر کے پورے مقدمے کا ستیاناس کر دیا ہے ہمیں کچھ کہنے
کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ سید نے اس جنگ میں شرکت کی یا نہیں
کی ہمیں اس سے سروکار ہی نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ دوسرا جواب جواب دوم کی تکنیص یہ ہے کہ بقول
ابن تیمیہ بزرگ "حدیث مغضرت" کے پیش نظر خلوص دل سے اس
جنگ میں شرکت کی۔ ہم کہتے ہیں کہ سید، ابن تیمیہ اور محمد عباسی
وغیرہم دشمنان اہلبیت تھے۔ ان کا کہنا بغض و عناد پر محمول ہوتا
ہے لہذا ہمارے لئے قابل قبول نہیں جبکہ ابن تیمیہ کے سوا دیگر مؤرخین
و محدثین نے صاف لکھا ہے کہ سید کو معاویہ نے بطور سزا زبردستی
جلیجیا تھا۔

جواب۔ تیسرا جواب جواب سوم یہ ہے کہ حدیث زیر بحث دلائل
ثبوت میں سے ہے اور دوسرے لشکر جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی
کا سردار سید بن معاویہ تھا لہذا اسے امیر الحجازین ہونے کی وجہ
سے مغضرت سے خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ہمارا دواؤں کے جواب یہ ہے کہ جب بشارت مغضرت ہی ثابت نہ ہو
تو پھر خروج و دخول کا سوال کیسا؟

چوتھا جواب جواب چہارم میں یہ لکھا گیا ہے کہ قسطنطنیہ
کی لڑائی کے متعلق بشارت مغضرت ایک پیش گوئی ہے جھوٹ کی پیش گوئی
جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ قرآن و سنت میں پیش گوئیوں کی دو قسمیں
ہیں ایک وہ جن میں اعمال و افعال کو پیش گوئی کا مدار قرار دیکر بتلایا گیا
ہے جس کسی نے فلاں عمل اختیار کیا وہ جنت کا مستحق ہوگا جس نے فلاں
کام کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس قسم کی پیش گوئیاں دائمی و عمومی ہوتی ہے

ان عام اور غیر محدود پیش گوئیوں میں بیان کردہ بشارات کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس نیک عمل پر عامل شخص جب تک عمل کرتا رہے اور اس کے منافی فعل کا مرتکب نہ ہو اس وقت تک وہ بشارات کا اقتدار ہوگا۔ بصورت دیگر بشارات کے استحقاق سے محروم قرار دیا جائے گا۔ دوسری قسم کی وہ پیشگوئیاں ہیں جن کا تعلق مخصوص زمانہ اور متعین افراد اور گروہوں سے ہے۔ مثلاً قرآن نے ابولہب کا نام لے کر پہنچی قرار دیا۔ اس قسم کی پیشگوئیاں چونکہ کسی فعل کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتیں بلکہ ان میں بیان کردہ بشارات اور وعیدوں کا تعلق مشخص و متعین افراد سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں بلکہ قسطنطنیہ کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہے۔

ہمارا جواب

ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی ہو تو اس کی قسم پر غور کیا جائے گا جب پیشگوئی ہی پس گوئی ثابت ہوتی ہو تو اس کی قسم تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ تھوڑے کی تو کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

اگر بالفرض حوالہ یہ پیشگوئی ہے تو اس کا تعلق بالضرورت عمل و فعل سے ہے جو آپ کی بیان کردہ قسم اول ہے۔ اس لئے کہ یہ جہاد و عمل ہے۔ فریقہ ہے۔ مگر دین ہے۔ اس پر پوری ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ اور پیش گوئی کا تعلق ان جہادین سے ہے جو جہاد میں شرکت کریں۔ اب جب عمل ثابت ہوا تو اعمال بالنیات اگر عمل اخلاص و نیت سے کیا گیا ہے تو عامل مستحق بشارات ہے ورنہ

محروم ہے۔ اور ہم نے اوپر معتبر تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یزید کا اخلاص ہرگز ثابت نہیں لہذا وہ مبشرہ مغفرت کا قطعی حقدار نہیں بنتا۔

دوسری قسم اس پیشگوئی کو قبول نہیں کرتی کیونکہ اس میں تعین و شخص مخصوص نہیں۔ ایک فوج ہے جس نے ایک مخصوص علاقہ میں لشکر کشی کرنا ہے اور اس عمل "قتال" کے اجر میں اس کو بشارت حاصل ہے۔ لہذا اہمیت "عمل" کو ہے جس قدر جس عمل میں نکھار ہوگا اسی قدر بشارات مغفرت کا دامن وسیع ہوتا جائے گا۔ اب جب کہ یزید کو اس کے باپ زبیر دہشتی لشکر میں بھرتی کیا تو جلد یہ جہاد اس کی زبردست کوشش کی آغوش میں رو پڑا جس کی وجہ سے اس نے جہادوں کی حالت نادرہ مضحکہ خیزی کا اظہار کیا تو مغفرت کی چادر کا سایہ اس سے دور ہٹایا گیا۔ پس وہ اس بشارت سے محروم رہ گیا۔ اب ابوالحسن محمد عظیم الدین صدیقی صاحب کی انتہائی لغو توضیح دیکھئے کہتے ہیں کہ:-

"انہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ یزید جیسا غلط آدمی اس لشکر میں شریک ہوگا یا اس جہاد کے بعد اس کے اعمال و کردار اس قدر بگڑ جائیں گے کہ "بیک بیخی و دو گدشتی" اسے بشارات مغفرت سے نکال باہر کرنے کی ضرورت پڑ جائے گی۔ اگر واقعی اللہ کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا تو وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیشگوئی کرتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھتا کہ یزید بن معاویہ بشارات مغفرت میں کسی طرح سے داخل نہ ہونے پائیں۔

(حیات سیدنا یزید ص ۹۷)

۲۷
 ختم ام اللہ اور اس کے رسول کو تو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ اسی لئے تو اس قسم کی کوئی پیشگوئی انہیں کی البتہ کہ اپنے بینہ کی طرف اور کتاب الفتن میں سینکڑوں پیشگوئیاں جو صرف کتب پوری ہوئی ہیں۔ یہ پیشگوئی تو خود ساختہ ہے۔ باقی ناراض نہ ہوں اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ پیشگوئی تھی تو بھی اس سے علم خدا پر حرف نہیں آتا نہ ہی حنفیہ پر کوئی انکشت انداز اٹھتی ہے کیونکہ اس روایت میں کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے بلکہ کام کا تذکرہ ہے۔ اگر کام نیک یعنی سے کیا گیا ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بطریق معیار مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ وہ مجاہد سختی بشارت ہے۔ خدا و رسول پر رب العزت ارض ہوتا اگر وہ سب کا نام مخصوصی طور سے لیتے۔ یہاں تو لاشکر ہے جسکی تعداد کو متعین و محدود نہیں کیا گیا ہے۔ باقی میرے بھائی احمد تلاب اذرخش و مغفرت کا تعلق اعمال و نیات پر ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں حجاج اور متکلفین کی مثالیں سپرد قلم کی ہیں۔ ادواب اعتنا کرتے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کہو۔ فلاح یا جاؤ۔ یہ بشارت ہر طرح کی قید سے آزاد نظر آتی ہے کہ چاہے کوئی بھی ہو کلمہ تو حیدر اکبر کے فلاح یافتہ ہو جاتا ہے۔ لہذا تمام منافع جو بظاہر کلمہ پر ہوتے رہتے مفلح قرار پاتے ہیں۔ یا کوئی بھی غیر مسلم زبان سے یہ کلمہ ادا کرے تو بقیل رسول مقبول بھلائی پر پہنچ جیتی ہے۔ جب علمائے اسلام نے اس سند فلاحتی کو عام سرٹیفکیٹ تسلیم نہیں کیا حالانکہ یہ حدیث روایت معقولہ سے ہر لحاظ سے معتبر، مستند، مقبول و ممتاز و مسلمہ ہے جب یہ بشارت عام و غیر مشروط ہر ایک کے لئے جنت کا بہرہ دہانہ نہیں بن سکی تو پھر ایک جعلی روایت جو مشروط بہاد سے مشروط ہے ایک غیر سختی کی مغفرت کا ثبوت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اب عظیم الدین صدیقی صاحب جیسا شروع کلام بارگاہ الہی میں

۲۸
 شکوہ کر سکتا ہے کہ یا خدا جب تو جانتا تھا کہ منافق اور مشرک و ملحد تک بھی کلمہ لا الہ الا اللہ، اپنی زبان سے ادا کر دیں گے تو پھر تو نے اپنے پیغمبر کی زبان وحی بیان سے یہ مژدہ کیوں نطق کر دیا کہ "لا الہ الا اللہ کہو اور فلاح پا جاؤ" اور پھر خود ہی اپنے نبی سے یہ بات کہلو اگر کہتا ہے کہ یہ منافق تھوڑے ہیں "و دوزخی ہیں حالانکہ حسب وعدہ پیشگوئی حضور ہر ایک کو ایسا کہنے پر غیر مشروط اور بغیر کسی قید و تعین کے مفلح قرار دے چکے ہیں تو اللہ فرمائے گا۔ اسے لگام و ناجی اپنے خلل ہمارے کو دور کر کہ "الاعمال بالنیات"۔

روایت قسطنطنیہ کا وراثی آپریشن

المختصر روایت زیر مودھنوع کے یوسٹماہ سٹیم میں ہم نے پوری طرح ثابت کیا کہ روایت اس حدیث کی باقی جتنی بھی قیمت نہیں ہے۔ اس کے تمام روای دیحہ اعتبار سے گرتے ہوئے ہیں۔ اہم حرام سے منسوب یہ کہی روایت بخاری شریف میں دوسرے مقامات پر بھی نقل کی گئی ہے۔ اب ہم اس کا وراثی آپریشن کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں پہلے یہ کہانی بخاری کی زبانی سنئے۔

عبداللہ بن یوسف، مالک، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ اہم حرام بڑے ملحان کے پاس شریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اور اہم حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن اسی عادت کے عیاق پر ان کے پاس گئے اور انھوں نے حضرت کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر میں جوڑا دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت صامت کے اوتار سے ہمتے کے برابر ہو گئے۔

۳۸
 ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں نہیں رہے ہیں
 فرمایا اس وقت خواب میں میری اُمت کے چھ لوگ جہاد کرتے ہوئے
 پیش کئے گئے۔ پہلے جہاد بر سرِ سر تھا اور تخت نشین بادشاہوں کی
 طرح تھے۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اللہ
 سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ رسول اللہ نے میرے
 لئے دعا کی اس کے بعد آپ کو پھر غمزدہ آگئی اور آپ سو گئے۔ اور تھوڑی سی
 دیر بعد بستر سے ہوئے سیدار ہوئے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں
 نہیں رہے ہیں۔ فرمایا اب کی مرتبہ خواب میں میری اُمت کے لوگ خدا
 کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سامنے لائے گئے۔ جیسا کہ آپ نے پہلی بار
 فرمایا تھا۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اللہ
 سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم پہلے
 لوگوں میں سے ہو چنانچہ وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں
 دریا میں سوار ہوئے پھر جب دریائے باہر نکلے لکھن تو سواروں کے
 جانچنے سے کہہ پڑیں اور اللہ کو یہ حال ہو گیا۔

بکشا
 (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، حدیث ۲۵ جلد ۱ ص ۵۸)
 ۱۔ قطع نظر اس گوشہ کے کہ اس روایت کے بھی سب
 راوی اعتبار سے گمراہ ہیں اور ناقضین نے کسی کو لائق قرار نہیں
 دیا ہے۔ ہم اس سلسلہ کی جڑ انس بن مالک کا مختصر تعارف پیش کرنا
 ضروری سمجھتے ہیں۔ موصوف بن خوادینے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں صرف
 رسول اللہ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کو دوست رکھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ
 سے میں آخرت میں بھی ان کے ساتھ رہوں۔ اگرچہ میں ان جیسے اعمال
 بجا نہیں لاتا۔ (مسند احمد حنبلی ج ۳ ص ۲۶)
 یہ صاحبِ حضرت علیؓ کے مخالفین میں سے تھے مشہور حدیث طبر

۳۹
 کے سلسلہ میں دوم مرتبہ غلط بیانی کر چکے تھے۔ حدیث غزیر کی گواہی کو چھپا
 گئے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ مبرورین و مقہور اور نابینا ہو کر اس جہاں سے
 رخصت ہوئے۔ انھوں نے علیؓ کی بیعت نہیں کی اور یہی اُمیہ سے ان کے
 تعلقات بڑے گہرے تھے۔ یہ ام سلیم کے فرزند اور ام حرام کے بھائی
 تھے۔ ابی طلحہ ان کے سوتیلے باپ اور اسحاق بن عبد اللہ راوی ان کے
 بھتیجے تھے۔

۲۔ انس کی روایت کردہ منقولہ بالا حدیث میں جنت کے واجب
 ہونے یا کسی کے مغفور ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔
 ۳۔ یہ روایت ان روایتوں میں کی ایک ہے جن کو بیان کر کے
 انس پیغمبرؐ سے اپنے گھر کی تعلقات کی مشہوری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ
 ابی الدہ ام سلیم کے بارے میں بھی انہوں نے کئی روایات بیان
 کی ہیں اور اپنے گھر سے حضورؐ کا خصوصی لگاؤ ظاہر کیا ہے۔
 ۴۔ اس روایت کو صحیح مان لینے سے تنقیص پیغمبرؐ ہوتی ہے کیونکہ
 حکم بردہ آنے کے بعد اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ کا وہ قیوم بیان
 ہوا ہے یعنی مشہور یا سرفہ میں۔

۵۔ سرور کائنات حکم قرآن کے اولین یا بند ہوتے ہیں اب
 جبکہ نور قول بر حجاب واجب ہو گیا ہو تو حضورؐ کے لئے یہ تجویز نہیں
 کیا جاسکتا کہ معاذ اللہ وہ کسی نا محرم نبی کے ہاں بے تکلف تشریف
 لے جائیں جبکہ خاندان نبوت میں بردہ کے حکم کی با بندی کا یہ عالم
 تھا کہ جب امام حسن اور امام حسینؓ عمر بلوغت کو پہنچے تو ام المومنین
 نبیؐ کی عائشہؓ نے سبطین مکرمین سے پردہ کیا۔ لہذا چونکہ اس روایت
 کو مان لینے سے ایک صحابیہ اور خود نبیؐ کی طرف قرآن مجید کے حکم کا
 عدول محذو ش ہوتا ہے لہذا تحفظ عصمت رسولؐ اور ناموسی صحابیہ

مقتضیٰ ہیں کہ اس روایت کو مجرد قرار دیا جائے۔ اور قبول نہ کیا جائے۔
۲۔ کسی کے سر میں جوئیں ہونا غلط و گندگی میں شمار ہوتا ہے
یہ مکروہ و معیوب چیز ہے۔ حضور اقدس طاہر مطہر اور ہر طرح کی آلودگی
سے اس طرح پاک ہیں جس طرح پاک ہونے کا حق ہے۔ آپ کے ہر ایک
سے جوڑوں کا ہونا جو ایک چھوٹا کیر یا کرم ہوتی ہیں شانِ طہارت
یا کبریا کی علامت ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہر طرح کی نجاست
سے آپ کو پاک رکھا ہے۔ حضور کے پسینے کے قطرات تک معطر تھے خود
اُمّ خراّم کی بڑی بہن والدہ النس بن مالک حضرت اُمّ سلیم کا بیان
ہے وہ حضور کے قطرات پسینہ شیشی میں محفوظ کر لیا کرتی تھیں
جن سے مشک جیسی خوشبو آتی تھی۔ (طبقات ابن سعد) لہذا یہ معتبر
نہیں کہ حضور کے سر میں جوئیں ہوں جبکہ مردوں کے سروں میں
جوڑوں کا ہونا اور بھی بُرا سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ اس روایت کو درست مان لینے سے پیغمبر کا اخلاق و کردار و زوَل
جبروح ہوتے ہیں کہ انداز کے ہوتے ہوئے ایک ستورہ دار خاتون کے گھر
جا کر اپنے سر میں جوئیں دکھائیں۔ اسی طرح اس خاتون پر الزم آتا
ہے کہ وہ کسی ناجحرم کا سر دیکھے۔ یہ قلم کار کی صرف رسول اللہ کے ساتھ
اپنے گھرے گھر یومرا ہم ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے تاکہ عوام پر ایسا اعتبار
بٹھایا جاسکے اور اس روایت کا آخری حصہ تو نہ لکھرا معاویہ ابنہ کو، کا
ساختہ پرواختہ ہے۔ ان کی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہونا رکھنے کی یہ بھی
ایک ترکیب تھی وہ اپنے ہممنو اول کا ذرا سا بھی رسول سے تعلق بڑھا چڑھا
نیے اور اس کی تشہیر کرنے کے لئے خود اس مفید جہت تھے اور جب وہ قریبی
مصحابت کی شہرت پاتے تو پھر ان سے اپنے فضائل میں روایات و منہج
کر دیتے تھے۔

۸۔ تاریخی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معاویہ کے زمانے
میں مسلمان کی سمندری لڑائی اسلامی تاریخ کی پہلی لڑائی نہیں
تھی بلکہ سمندری بیڑا عبدالرحمن بن ابی بکر میں تیار ہو چکا تھا اور کسی ایکس
ہمات سر کی جا چکی تھیں۔ میری تحقیق کے مطابق ابی بکر کی سرکردہ
عبدالرحمن بن ابی بکر میں بھی جاری رہیں۔ بہر حال یہ تو اصل
حقیقت ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر کے لشکر کو اولیت حاصل نہیں ہے۔

۹۔ پیشگوئی کا تعلق بھاد سے ہے۔ لہذا ترغیب کی ضرورت
نہیں کہ کسی کو تھی نہ صرف ایک عورت کو جبکہ عورت سے بھاد دینے ہی ساقط
ہے۔

۱۰۔ اگر فی الواقعہ حضور نے ایسی کوئی بشارت دی ہوئی تو عقلاً
اس کی تبلیغ مردوں کو کی جاتی ان کو تیار کیا جاتا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس
قسم کی پیش گوئی اُمّ حرام کے علاوہ کسی دیگر خاتون یا عورت کو نہ بتائی
گئی جبکہ ایسی دلیل ان کی بشارت کو ہر خاص و عام پر واضح کرنا چاہیے
تھا تاکہ لوگوں کے جذبہ بھاد کو برکت حاصل ہو سکے۔ مگر ہم دیکھتے
ہیں کہ اُمّ حرام کے سوا حضور نے کسی اور کو اس پیشگوئی سے مطلع نہ
فرمایا۔

۱۱۔ بخاری نے اسی کتاب باب ۱۰۷: وہ المراقبہ البحر کے تحت
حدیث ۱۱۱۱ میں اس روایت کو بتغییر الفاظ دھرایا ہے۔ وہاں
اُمّ حرام کا نام ابنت ملحان ظاہر کیا ہے۔ وہ روایت اس روایت سے
ظہور کرتی ہے کہ اس میں نقل کیا گیا ہے کہ خباب کے اس واقعہ کے بعد ملحان
کی بیٹی نے عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا پھر وہ معاویہ کی بیوی کے
کے ہمراہ دریا میں سوا رہیں جب لوٹ کر ابی بکر پہنچے لیکن تو اسے
گہڑیوں اور اس سے چل کر مر گئیں جبکہ روایت ۱۱۱۱ میں ہے کہ وہ عبادہ کے

نکاح میں تھیں جب یہ واقعہ خواب میں آیا اسی طرح روایت ۵۵ میں مرقوم ہے کہ حضورؐ نے پہلے خواب میں بھڑی بھڑا واقعہ دیکھا اور دوسرے خواب میں بھڑی بھڑا کا مگر حدیث ۵۴ اسے دو دنوں مرتبہ ایک ہی جہا یعنی دریائی بھڑا دیکھا خود ہوتا ہے لہذا دو دنوں روایتوں کا آپس میں تضاد واقعہ کو مشکوک قرار دیتا ہے۔

۱۲۔ ہمت ملخان کا ہمت قرظہ نہ دہر معاویہ بن سفيان سے قرب و محبت ثابت ہوتی ہے۔

۱۳۔ ان دو دنوں روایتوں یعنی ۵۵ اور ۵۴ میں کسی ایک میں بھی جنتی ہونے اور مغفور ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۔ یہی حدیث بخاری نے جب باب ما قيل في قتال الروم میں نقل کی ہے تو اس میں جنتی و مغفور ہونے کا اضافہ کیا ہے جس پر ہم حرج کر رہے ہیں اور اس کو دیگر روایتوں سے مختلف دیکھتے ہیں۔ پہلی روایتوں میں "مدینہ قیصر" کا تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔

۱۵۔ واقعہ کا یہ روایتی تضاد اس کے ختمی ہونے میں ابہام پیدا کرتا ہے۔ جبکہ ایسی کھلی بشارت کے لئے حدیث کا ختمی ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس موہنہ حدیث کا بچہ چاہئے معاویہ سے قبل ثابت نہیں ہے ورنہ مسلمانوں میں اس سعید گھڑی کا بے تابی سے انتظار ہوتا اور مجاہدین کے اشتیاق کا حال تا تاریخ و کتب احادیث میں مرقوم ہوتا۔ پس یہ حدیث جس کی نوک ہلک در حدت نہیں اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے اور اپنے پس منظر کی روشنی میں عہد بنی امیہ کی ساختہ ثابت ہوتی ہے۔ اس کے تمام کارہیکروں کا تعلق ایسی صنعت حدیث سازی سے پوری طرح مصدق ہے جو بنی امیہ نے قائم کی تھی عکس چونکہ ان کے منہ رجات خلاف قرآن اقدار عصمت پیغمبر کے عکس

ہیں۔ اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اب آپ یزید کے حامی عظیم ابن تیمیہ کی رائے سنئے۔ ابن تیمیہ کے یہ الفاظ ان لوگوں کے لئے بہرہ نما پتھر ہیں جو اس کو خلیفہ راشد اور امام الصحابہ بناتے ہوئے نہیں تھکتے۔ ابن تیمیہ امامت یزید کے بارے میں لکھتا ہے

ابن تیمیہ کا طمانچہ! بعض متعصب حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یزید

بن معاویہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ امام ہے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور معتقد ہیں کہ وہ راشد خلیفوں کی مانند رشید تھا اور ائمہ مہتدین میں تھا جیسا کہ حضرات الہ بکر، عمر، عثمان اور علی تھے۔ اور مسلمانوں میں سے کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ یہ کہہ دوں کہ بعض جہلا کا نظریہ ہے کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں کہ یزید صحابہ اور خلفائے راشدین اور تابعین میں سے تھا مگر اہل علم میں سے ان جہلا کا کسی نے بھی ساتھ نہیں دیا۔

(منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۲۸)

یزید علمائے اسلام کی نظر میں!

ابہم اہل اسلام کے مشہور مکاتب فکر کے معروف علماء اسلام کی آراء دربارہ یزید پیش کرتے ہیں۔

مسلم در یوبند

مولوی محمد قاسم نالوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحریر کرتے ہیں: "بائیں اہل سنت کے اصول پر

یزید کی پہلی حالت بدل گئی بعض کے نزدیک وہ کافر ہو گیا اور کچھ کے نزدیک اس کا کفر محقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہو گیا۔ اگر امام حسین نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خمر و خمر کرنے میں کیا غلطی تھی۔ امام احمد کو بھی بات پسند آتی۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۵۸)

مولوی محمد طیب صاحب | حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ ”بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء و اسخنین محدثین فقہا مثل علامہ قسطلانی علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ دمشقی علامہ ابن جوزی۔ علامہ محمد الدین قفازانی۔ محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیلا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قابل ہیں۔ تو اس سے زیادہ ۵۰ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟“

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۹)

ملا علی قاری | ”حق یہ ہے کہ یزید کا قتل حسین پر راضی ہونا اور اس پر استبشار کرنا اور اہلبیت نبی صلعم کی اہانت کرنا ایسے کارنامے ہیں جس کا ثبوت متواترات سے ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیل بطریق احادیث ہے پس ہم یزید کے بارے میں توقف اختیار نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں بھی ہم کو توقف نہیں ہے (یعنی وہ بے ایمان و کافر ہے) اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگار و معاونین پر۔“ (شرح فقہ اکبر ص ۷۷)

الحکمیت علامہ وحید الزماں | مولانا وحید الزماں حیدر آبادی حکیم فرماتے ہیں کہ ہمارا امام حسین بن علی

نے یزید لعنتہ اللہ پر خمر و خمر فرمایا اور یزید کی بیعت نہ کی اور اکثر اہل مدینہ نے بھی بیعت نہ کی اور جن لوگوں نے بیعت کی تھی تو بیعت کو توڑ ڈالا جبکہ (یزید بلیغ) کا فسق و فجور اور الخمر و شراب و زنا کو حلال کرنا دیکھا اور امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان کو کلمۃ اللہ کے جاری کرنے کے واسطے اور شرع عمتین کو محکم کرنے کے لئے قربان کر دیا اور تمام شہیدوں اور صدیق بندوں کے سردار بن گئے اور جس نے شہادت حسین سے انکار کیا اور ان کو باغی سمجھا اس نے سخت غلطی کھائی (کیونکہ اس نے تمام اخبار و احادیث نبوی کو جھٹلایا) تحقیق ہم نے اس یزید پر لعنت کی کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے بھی اس پر لعنت کی جیسا کہ ہمارے متقدمین میں سے ابن جوزی نے لعنت کو جائز رکھا اور امام غزالی نے منع کیا مگر انہوں نے خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے واسطے سخت عذاب ہے (غزالی صاحب فرماتے) قتل اولاد رسول مقبول سے زیادہ کون سی ایذا ہوئی اہلبیت نبوت کو رسوا کرنا یا اہلیان مدینہ کو قتل و غارت کرنا اس کے برتر ہے اور کون سی اذیت ہو گی۔ یہ خبر متواتر ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یزید نے یہ حکم دیا اور اس پر خود شمشیرا۔ (مدینۃ المنہدی ج ۱ ص ۹۵)

انجمنی مسیح موعود جماعت احمدیہ کا بیان

اقلیتی فرقہ احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں کہ:-
”ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع و دنیا کا کیرٹرا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔ بلکہ نصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا مگر حسین علیہ السلام طاہر مظهر تھا اور بلاشبہ وہ ان بے گناہوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرنا اور اپنی

محبت سے مجبور کر دیتا ہے اور بلا مشورہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذلہ کہ نہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کے تقویٰ اور محبت الہی اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدار کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا۔ وہ دل جو اس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت نظر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الہی کے تمام نقوش (نکاحی طور پر) کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ ہے علیہ السلام کی شہادت کی تھی۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تاحسین علیہ السلام سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین علیہ السلام کی حقیر کی جائے اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ طہryn میں سے ہے حقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استحقاق کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدہ اور بزرگ کا دشمن ہے۔

(دین الحق یا ہمارا مذہب حصہ اول ص ۵۹)

بلا تبصرہ بلا عنوان

حضرت عبداللہ بن خنظلہ غفرلہ اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

میں نے نبی کا ذبا بھی امام کی عصمت کی تکذیب نہیں کرتا ہے۔

”خدا کی قسم! ہم بزرگوں کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں بخوفِ لائق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا، شراب پیتا اور نماز میں جھوٹا کرتا۔“

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۶۶)

بزرگوں معاویہ ابی بکر بھی پر عائن ہوا وہ باکرہ تھی۔ اسے اس پر انہماق شوق کرنے میں تھی کہ جسے جسے گناہ کا کام نکالنے کی آگ سرد نہ ہوئی پس ابی بکر بھی کو ایک بلغائے لے گیا اور اس کے سامنے فطرت سے بخود کسی کی جفتی کا کھیل منہ کیا اور جو مقصد دلی اور جذبہ قلبی تھا اس کو پورا کیا مگر وہ باکرہ نہ تھی۔ (الوار النعمانی بحوالہ نورین ص ۶۷)

شیخ عبداللہ بن محمد دہلوی اپنی کتاب ”مستطاب“ ملائح النبوة میں لکھتے ہیں کہ یزید علیہ السلام نے اپنے ایام دینی تہذیب میں ام المومنین حضرت بی بی عائشہ سے اپنے نکاح کی خواہش نکالی تھی۔

یزید اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا کہ :-

فان من مات یوماً علی دین احمد بن محمد ہا علی دین المسیح ابن مریم
اگر شراب دین احمد کے مطابق ایک دن حرام ہو گئی تو ہونے دو۔
تو دین مسیح ابن مریم ہو کر بیتا چلا جا۔ (درج عظیم)

ممدوح ناصب ابن کثیر کا نواصب کی پسندیدہ کتاب البدایہ والنہایہ میں یزید کیلئے جو ترقی انبار لگانا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ نہ:۔
جب اہل مدینہ کو ان کے یزید کے پاس بھیجے ہوئے وفد نے واپس (مدینہ) آکر اطلاع دی کہ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے شراب پیتا اور زنا

کار سیلے اور اس کا دین دزدہب کچھ بھی نہیں تھے انھوں نے قریش پر عبد اللہ بن مطلق اور انصار پر عبد اللہ بن غنفلہ رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا پھر یزید سے اہل مدینہ نے اس طرح انکار نفرت کیا کہ ایک شخص نے اپنا عمامہ اتار کر کہا میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہوں جس طرح میں اپنا عمامہ اتار دیتا ہوں۔ پھر ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر کہا میں یزید کی بیعت سے اس طرح نکلی رہا ہوں جس طرح میں نے یہ جوتا اتار دیا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اہل مدینہ کے اس اجتماع میں سے ہر شخص نے اپنا عمامہ اور اپنا اپنا جوتا اتار کر رکھنا شروع کر دیئے تھے عماموں کا ڈھیر اور جوتوں کا انبار لگ گیا۔

یزید کے دست راست ابن زیاد کی نظر میں یزید کا مقام

قاتل امام مظلوم عبید اللہ بن زیاد کو یزید کا ہم پیلہ وہم لڑا اور چہیتا کو نہ تر ہی نہیں بلکہ دست راست تھا اور اس کا درجہ وہی تھا جو عمر بن عاص کا معاویہ سے تھا۔ چنانچہ ابن زیاد یزید کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ مورخ ابن اثیر سے سنتے۔

«ولعث الى عبید اللہ بن زیاد باصرۃ بالمسیر الى المدینۃ ومحاصرۃ ابن الزبیر مکۃ فقال واللہ لا جمعتھما لفاسق قتل ابن رسول اللہ وغنوا کعبۃ ثم امر مسل الیہ ليعتذر» (کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۵۶)

یعنی پھر یزید نے عبید اللہ بن زیاد (کو یزید کو قہ) کو مدینہ منورہ پر بڑھائی کر کے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا بیخام بھیجا اس را بن زیاد نے کہا اللہ کی قسم میں اس فاسق (یزید)

کے لئے قتل ابن رسول اللہ (جو پہلے ہی کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو (اپنے لئے) جمع نہیں کروں گا۔ پھر اس نے یزید کی طرف محذرت نامہ بھیج دیا۔

آخری حجت رسول کلام رسول مقبول

صاحب صواعق حمرہ علامہ ابن حجر مکی نے حدیث رسول نقل کی ہے کہ: «اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ لقال لہ یزید» یعنی یہ شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ میں ہے جو یزید کہلاتے گا۔ اسی مقام پر حضرت ابو عبیدہ کی روایت منقول ہے کہ «اول جو شخص دین میں رخنہ ڈالے گا اس کا نام یزید ہوگا۔» (صواعق حمرہ ص ۲۵۷)

پیشگوئی اور بددعا یزید پر

حافظ ابو نعیم صحابی حضرت معاذ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس میں آئندہ رونما ہونے والے فتنوں کا ذکر کیا گیا۔ اس میں ملوکیت آنے کی بھی خبر ہے اور یزید کا باقاعدہ اور بالصرحت نام لیکر پھنسنے سے بددعا دی ہے فرمایا۔

لا یبارک فی اللہ فی یزید نہ خذ رقت عینا ہ فقال لعی الی الحسن وایت بتوبۃ الخ»

یعنی اللہ برکت نہ فرمائے (ملعون) کو وہ میرے حسین کو شہید کرے گا۔ (الحجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۶)

ام المومنین عائشہ صدیقہ کی تصدیق و گواہی! شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے یزید کے بارے میں یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے عن عائشہ یزید کا بارک اللہ

فی یزید الطعان اللعان، اہل اللہ یعنی اہل حبیبی و محبوبی۔۔۔ لبقاب
یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ
قاتل دلعین یزید کو اللہ بے رحمت نہ دے کیونکہ اس نے میرے پیارے
بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی، اور ان کو شہید کر لیا حسین کی تربیت
کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے اس کا قاتل بھی دکھایا گیا اور بتایا گیا
کہ جن کے سامنے حسین شہید کئے جائیں گے وہ انکی مدد نہیں کریں گے اور
اسی سبب ان پر عذاب مسلط کر دیا گیا ہے۔ (ماہیت جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)
ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ان میں سے کچھ نہیں تھے کہ اہل المؤمنین کی بات ہی کو مان
لیجئے۔ اگر ان روایات کو منہ سے کہا جائے تو گناہ بیش بہا ہے علیہ السلام نے فقہاء
کی ضعیف روایات کو بھی قبول کر لینے کی تاکید فرمائی ہے۔ اگر یہ اشہار
دار کیا جائے کہ حضرت ابوعبیدہ اور بنی عائشہ دونوں کا ائمہ اربعہ
شہادت امام حسین ہو گیا تھا تو میں عرض کروں گا یہ شہادت امام کی
پیشگوئیوں میں سے ہے۔ حضرت ائمہ سلمہ اور بنی عائشہ کی متعدد
پیشگوئیاں جو ان ذوالجہد رسول نے حضور پاک سے سماعت فرمائی تھیں
کتاب احادیث میں موجود ہیں اور یہ روایات بھی ترمذیہ معتبرین
کے لحاظ سے قطعی طور پر پیشگوئی ہیں جس میں شک و شبہ کی کوئی
گنجائش نہیں۔ بنی عائشہ کا یزید کا نام لینا بھی حقہ صدقہ رضی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے جس میں حضور نے
”کابر اللہ یزید“ فرمایا ہے۔ پھر یزید کی بیعت کا مسئلہ
تو آپ کی زندگی ہی میں نہروں پر تھا۔ اور چونکہ یہ پیشگوئی آپ کے
سامنے تھی لہذا بیعت یزید کی مخالفت کی۔ پھر اس روایت میں ایسا
کوئی اختلاف واقع امر ہے کہ جسے بنیاد بنا کر حدیث کو ٹھکرا دیا جائے۔

تحقیق حق آسان ہو گئی

محترم قارئین! اب تحقیق حق آسان و سہل ہو گئی۔ ایک طرف مؤرخین
حدیث قسطنطنیہ ہے اور دوسری طرف ”کابر اللہ یزید“
۱۔ اول الذکر کی روایت اہم حرام عین۔ مؤخر الذکر اہل المؤمنین عائشہ
کی مروی ہے۔

۲۔ پہلی روایت گویا سی شریفین میں ہے مگر مؤرخانہ ثابت
ہے دوسری حدیث بنی رسی میں نہیں مگر مؤرخ بھی نہیں۔
۳۔ دونوں روایتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
پیشگوئیاں ہیں۔ ایک میں ”مغفور لہ“ کی دعا ہے نام کا تعین
نہیں ہے۔ دوسری میں نام کے ساتھ فرمان ہے ”کبار اللہ
یزید“۔

۴۔ رسول صدارت کی پیشگوئی برحق ہو کر رہی ہے اور اسلے ہوئی ہے
اگر حضور نے یزید کے لئے بختا ہوا ہونامی الحقیقت فرمایا ہے تو یہ
امر محال ہے کہ وہ ”مغفور“ نہ ہو ورنہ تکذیب پیغمبر لازم آئے گی
اب ہر صاحب ایمان کو دعوت بخیر ہے اور سب سے مطالبہ انصاف
ہے کہ بتائیں حضور کی اس بشارت مغفرت کا عملی اثر کیا ظاہر ہوا
اور خدا نے اپنے رسول صحیحہ صدارت کی اس بشارت کا کیا تحفظ
فرمایا۔ صدارت پیغمبر کا کیا سحر قائم رکھا۔ علامہ تاجدار
اورانی یوم القیامت امت کی ۹۸ فیصد تعداد یزید کو اچھی نگاہوں
سے نہیں دیکھتی۔ صبح و شام اسلامی ہر درسی کی اغلب اکثریت
اسے لعن طعن کرتی ہے اس کا نام داخل دشنام ہو چکا ہے، یہ سب عربی
ہے وقعتی اور انتہائی ذلت شاید فرعون و فرود جیسے جابر و سرکش

حکومتِ حق میں بھی نہ آئی۔ کیا یہ قدرتی بند و لیدت کھلی آنکھوں، کوشش و تہمیل اور مصنف مزاج ذہنوں کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے کہ رسول اللہ نے اس کو کسی نیک لشارت کا مستحق قرار نہیں دیا۔

۵۔ اس کے برعکس "کجا سرت اللہ یزید" کی بد دعا صرف بحرف پوری ہوئی ہے۔ یزید کی نسل کٹ گئی۔ آج اس کی اولاد بھی اس کے نسب سے اپنا تعلق و ناظر قائم کرنے میں شہنشاہِ جہاں سے گزرتی ہے۔ اس کی سلطنت کا ترک و احتشام جہاں و جلال سب کچھ ختم ہو گیا کسی طرح کی برکت نہ رہی۔

۶۔ روایتیں جھوٹی ہوں یا سچی، موهنوع ہوں یا حقیقی، ضعیف ہوں یا معتبر ہم اس پہلو کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف قدرتی بند و لیدت کے مشاہدے سے اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بیشتر مغفوت ایسا سلوک جس طرح کہ یزید کے ساتھ صدیوں سے ہوتا آرہا ہے یغیر کے مبینہ قول کی واضح تکذیب کرتا ہے اور اس روایت کو صحیح مان لینے سے اعتبار نبوت کو ضعف اور اخبار یغیر کی صحت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۷۔ پس تحفظ صداقت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا ہے کہ اس طرح کا سفید جھوٹ آپ کی ذات گرامی سے منسوب نہ کیا جائے جو نہ ہی عقلاً ثابت ہو سکے اور نہ ہی نقلاً۔

ان منحرف و عنات کے ساتھ ہم یزید لڑا نہ ولی کو مونا اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو خدو صا پیغام دیتے ہیں کہ کسی ممدوح کی طرح میں اس قدر غلو اختیار نہ کر سکتا کہ اصول دین اور عقائد اسلام میں رخنہ اندازی پیدا ہو۔ حضور اکرم پر نسبت کذب و افتراء کا جواز

نکل سکے۔ اُمت کے اتحاد کو ٹھیس لگے۔ کیونکہ یغیر سے کسی جھوٹ کا منسوب کرنا بالاجماع اُمت و دوزخ میں گھر بنا نا ہے۔ اللہ سرب کو اس امر قبیح سے محفوظ رکھے۔ اور اُمت میں اتحاد کو قائم فرمائے۔ ۷

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

ضمیمہ

درس امین

(استفادہ ان کے ایم ندیم ایدہ کیٹ)

آج کل اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی ایسی خفیہ سرگرمیاں منکشف ہوئی ہیں جن کا مذہب مقصد مسلم امہ کے اتحاد و وقار اور استحکام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسلام اور قلعہ اسلام پاکستان کے خلاف بین الاقوامی صیہونی سازش و بھارتی راج کا فوج، نظریہ الحاد، سرمایہ داری کا نظام۔ ان سب کے گٹھ جوڑ سے قطع نظر دشمن نے مسلمانوں میں باہمی آویزش اور داخلی انتشار پیدا کر کے مقاصد میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور خصوصاً مملکت پاکستان کو دو ٹکٹ کر کے بعد ان کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اب وہ بقیہ پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے حذف کرنے کی ہوشیاری سے کوشش میں مصروف عمل ہیں۔ چنانچہ ہم آئے دن اپنے گرد و پیش ملکی زندگی میں برسر آشوب حالات اور تکلیف دہ واقعات مشاہدہ کرتے ہیں۔

(مغربی) پاکستان کا سیاسی و جغرافیائی تحلیل وقوع قدرتاں اسلام کے اس خطہ ارضی پر کسانوں، عصبہ نسلی امتیاز اور صوبائی عصبیت کو پہنچنے کا ہر موقع حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ملک کے تمام صوبے ایک قوم پرستانہ

پر عمل متفق ہیں۔ خاندان ایک دوسرے میں رچے بسے ہیں ملی جلی معاشرت کا یہ رلپ اتنا قریب و مضبوط ہے کہ اس میں عصبیت کا کوئی اثر نہ رہے۔ پیر و دل پر کھڑا ہونے کی جگہ حاصل نہیں کر سکتا ہے چنانچہ جب دشمن کو ایسے تعصب کو ہوا دینے کی خاطر خواہ گنجائش دستیاب نہ ہو سکی تو اپنی خباثت فطری سے مجبور ہو کر اس نے فریاد اور منافرت پھیلانے کی سازش مرتب کی چنانچہ مسلمانوں کے دو بڑے اسلامی فرقوں یعنی شیعہ کے صدیوں پرانے اختلافات کو ہوا دے کر ملک کو انتشار و بد امنی کی آماجگاہ بنانے کا ہمدرد کر لیا۔

جدو جہد آزادی کے ایام میں ہندو اور کانگریس ملاؤں نے ملکر مسلمانوں کے شعنی و شیعہ فرقوں کے درمیان فساد برپا کرنے کی مشارات تیار کی تھیں کہ متحد مسلمانوں میں نفاق پیدا کر کے جدو جہد آزادی کی سرگرمیاں کو سر دیا جاسکے اور آزاد ریاست کے قیام کے منصوبے کو سبوتاژ کر دیا جائے۔ ایک علیحدہ بلا امتیاز رنگ و نسل زبان و مسلک مسلمان ریاست وجود پذیر نہ ہو سکے۔ چنانچہ فتنہ پرور و برعائے ائمہ کے ساتھ یہ افواہیں اڑائی گئیں کہ اگر پاکستان بن گیا تو وہ ایک شعنی نظر والی ریاست ہوگی۔ اس میں شیعہ کو مساوی حقوق حاصل نہ ہوں گے۔ وہ اپنی فقہ جعفری کے مطابق اپنے مذہبی معاملات کو نہ مانہ سکیں گے۔ شیعہ کے مذہبی شعائر و رسوم کو بالو تحف و محذور کر دیا جائے گا۔ یا سرے سے مٹا دیا جائے گا۔ ہندو اور کانگریسی مسلمان بہر کیف اس حقیقت سے آشنا تھے کہ تحریک پاکستان میں اہل شیعہ نے اپنی ذہنی صلاحیتوں اور مادی وسائل کی دولتیں پاکستان کی خاطر کھلے ہاتھوں لٹائی ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح، (شیعہ اسماعیلی فرقہ

کے روحانی پیشوا) عزت مآب سر آغا خاں - راجہ صاحب آف محمود آباد
مولانا ابن حسن جابر پوری - مرزا ابوالحسن اصفہانی - راجہ غنفر علی خاں -
پاکستان کے اولین و ممتاز معمار اور تحریک پاکستان کے صفت اول کے
قائد تھے چنانچہ کانگریسی مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ کوشش
یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان با اثر و رسوخ شیعہ رہنماؤں کو توڑ لیا
جائے تاکہ تحریک بامراد ہونے سے قبل اپنے ابتدائی مرحلے ہی میں دم توڑے۔
قائد اعظم نے ایک سچے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس غزائیت کو محسوس
کیا۔ ان کی قیمتی نگاہ نے اس شرانگیز فتنے کو بھانپ لیا۔ وہ اس غلیظ
پروپیگنڈا کے پس منظر میں کارفرما ان عناصر کے سنجیدگی و واقفیت سے جو
ہندو اور کانگریس لوانہ مسلمان تحریک پاکستان کو نابود کرنے کی خاطر
دلوں میں لرھتے تھے چنانچہ قائد اس شد و بد سے چلائے گئے پروپیگنڈا
سے ہرگز مرعوب نہ ہوئے۔ نہزاکت حالات کے پیش نظر بابائے قوم نے
یکم اپریل ۱۹۴۷ء کو راجہ صاحب آف محمود آباد کو ایک چٹھی لکھی اور
اس میں بالخصوص یہ تحریر فرمایا کہ:

”میں ایسی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ جس کے باعث شیعہ مسلمانوں
کو منتخب ایالات اور حکومتی اداروں میں اپنی آواز بلند کرنے سے کسی
قاعدہ کی نذر سے روکا جاسکے۔ چنانچہ ہمیں مسلم لیگ کو اس انداز
سے منظم کرنا چاہیے کہ اس سے وابستہ ہر فرد کو بلا لحاظ فرقہ و جماعت
انصاف میسر رہے۔ لہذا تمہارا تک شیعہ مسلمانوں کے مذہبی شعائر
اور مذہبی عقائد کی آزادی کا تعاقب ہے تو یہ امر بالکل عیاں ہے کہ اگر
مسلم لیگ برسرِ اقتدار آئے گی تو مذہبی آزادی کے شیعہ حقوق
کو تلف کرنے کی کسی کد اجازت نہ دی جائے گی۔ رہا شیعہ اوقاف کا

معاملہ تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو اس پر کوئی اعتراض ہو کہ شیعہ اپنے
اوقاف کا انتظام خود کریں۔ میں ایسا نہیں دیکھتا کہ شیعہ اصول
شریعت کو تبدیل کرنے کا کوئی حجت ہو اور ایسا کرنا کسی کے لئے
کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قائد اعظم نے مسلم لیگیوں کو اس بات پر مامور فرمایا کہ وہ
مسند راجہ بالا بیان کے مقاصد و مطالب سے خود ام کو روشناس کر لیں جو
نہ صرف استحکام بخش بلکہ غیر مبہم بھی ہے۔

پس ہر وہ سیاسی پارٹی جو پاکستان میں برسرِ اقتدار آئے
قائد کے اس اعلان کی پابند ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے
اپنی وفاداری قائم رکھے۔

ادارہ عالمی حقوق انسانیت کے منظور کہ جس پر پاکستان نے بھی
دستخط کئے ہیں کے مطابق کہہ ارض کی تمام ریاستوں میں مذہبی آزادی
اور حریت ضمیر ہر انسان کا ایک غیر منقح حق ہے۔ دنیا کے تمام ملکوں
نے اس کی تصدیق و توثیق کر رکھی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم رحمہ علیہ نے پاکستان کی
پہلی دستور ساز اسمبلی میں ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے صدارتی خطبے
میں ارشاد فرمایا کہ:-

”آج بھی دنیا میں ایسی ریاستیں موجود ہیں جہاں کسی
مخصوص طبقے کے ساتھ خصوصی امتیاز برتا جاتا ہے اور کسی کی
راہوں کو مسدود کیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارا
ابتدا اس طرح کے منحوس ایام سے نہیں ہے۔ بفضلِ خدا ہم ان
سعد و لذت سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم میں ایک کو دوسرے پر

کوئی امتیاز نہیں کسی جماعت کو کسی دوسری جماعت پر برتری
 نہیں۔ ذات پات و مذہب و مسلک کا کوئی لحاظ نہیں ہم سب
 آج اس بنیاد پر مقصد کے ساتھ یکساں آغاز کر رہے ہیں کہ
 ہم سب برابر کے شہری ہیں اور مملکت پاک کے مساوی باشندے
 ہیں۔ بابائے قوم اور بانی پاکستان کا مندرجہ جملہ بیان مخصوص
 نظریاتی حکومت کے خیال کی نفی کرتا ہے۔
 قائد نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ خاص مذہبی حکومت، فرقہ پرور
 ریاست یا مخصوص جماعتی استبداد کی نظام حکومت پاکستان میں
 رائج ہو۔ چنانچہ قائد اعظم کے مخلصانہ اصول اسے نقش قدم پر لیا
 وزیر اعظم پاکستان قائد ملت خان لیاقت علی خاں گامزن ہوئے۔
 انھوں نے ۱۹۴۹ء کو آئین ساز ایوان میں قرارداد مقاصد
 کی اسلامی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور فرمایا۔
 جناب عالی! میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ اقتدار کے مالک
 دراصل تمام ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس خطرے کو خارج از امکان
 کر دیا ہے کہ ملک میں ملازم کی حکومت تشکیل پائے جو نہ اسلام
 میں (وہابی محضوں میں) ملازمت کی پذیرائی نہیں ہے نہ کسی
 باقاعدہ عمامہ پوش کو اتھاہی تسلیم کیا گیا ہے لہذا ملازم کے ظہور
 کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پاکستان کی اس واضح حکمت عملی
 کے باوجود بھی اگر کوئی ملازم کا پرچار کرے ہو تو اس شخص غلط فہمی کی
 قرب کرکھو ورنے کی محنت میں بیکار نہ رہو وقت عمل ہے اور ایسا پروگرام
 شراکتی ہے۔ چنانچہ کسی بھی فرقے کو اس ابہام میں مبتلا
 نہیں رہنا چاہیے چاہے پاکستان میں اس کی آبادی قلیل ہو۔

حکومت ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کی مہم چاہے جو ہر طرح
 کی نزاع سے مبرا ہو۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی
 بھی مسلمان فرقے کی مذہبی آزادی و عقائد میں حائل ہوگی۔ کوئی فرقہ
 چھوٹا یا بڑا۔ اس کا جائزہ ہوگا کہ وہ کسی دوسرے پر اپنا تسلط
 جہاں لے بلکہ ہر فرقہ اپنے داخلی مذہبی معاملات اور ملکی عقائد
 میں ہمہ جہت آزاد ہوگا۔ نگاہ قانون میں ہر کوئی مساوی ہوگا۔
 مگر اس مساوات کے معنی بھی نہیں کہ اس کے شخصی قوانین
 غیر محفوظ ہوں گے۔
 اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی شق ۲ پاکستان
 میں آباد ہر شہری کو مذہبی آزادی کی ضمانت بطور بنیادی حق
 فراہم کرتی ہے۔ یہ حق حسب ذیل ہے۔
 (۱) ضابطہ قانون و اخلاق کے تحت ہر ایک پاکستانی کو حق
 حاصل ہے کہ وہ حسب منشا کوئی بھی مسلک اختیار کر لکھے اس
 پر عمل پیرا رہے اور اس کی تشہیر و تبلیغ کرے۔
 (۲) لہذا ہر مذہبی جماعت اور فرقہ یہ حق رکھتا ہے وہ اپنے
 پسند کردہ مسلک کے مطابق اپنی مذہبی زندگی گزارے اور
 اپنے مذہبی اداروں کا بندوبست کرے۔
 مذکورہ بالا سرکاری بیانات جو مملکت کے سربراہان حکومت
 نے جاری کئے اور دستور میں فراہم کردہ آئینی آزادی و مذہبی
 تحفظات مسلمان شیعہ فرقے کے لئے کبھی یکساں دستیاب نہیں
 کہ وہ اپنے مسلکی عقائد اور مذہبی رسومات کو آزادانہ طور پر
 بحال کریں شیعہ مسلمان برادری اس پر مطمئن رہی پاکستان کی

وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بھی ایسے رجحانات کی طرف مائل ہوئے
سے احتراز نہ ہوتا کہ وہ کوئی ایسی قانونی یا پسند ہی عائد کر جس سے
شیعہ متاثر نہ ہوگی متاثر ہوں یا ان میں کسی تخفیف کرنے کا
کوئی میلان ظاہر نہ ہو بلکہ اکثر و بیشتر سربراہان حاکمیت یہی یقین
دہانیاں کرتے رہے کہ ایسا کوئی قانون برائے نفاذ عامۃ المسلمین
پاکستان میں نہیں بنایا جائے گا جس سے کسی اسلامی فقہ کے
ماننے والے پر منفی اثر پڑے اور اگر کہہ دیا کہ قضا ایسا کرنا ضروری ہو
تو اس میں استثنیٰ قاسم رہے گا۔ فقہ جعفری کے ماننے والوں سے
خاص طور پر یہ وعدہ کیا جاتا رہا کہ وہ اپنی ہی فقہ پر عمل کریں گے
اور جعفریوں کو مجبور و مقہور نہیں کیا جائے گا کہ وہ فقہ جعفریہ
کے علاوہ کسی دوسری فقہ کے قانون پر انفرادی یا اجتماعی
امور میں عمل کریں۔

بہر حال یہ تمام یقین دہانیاں طفل تیلیاں بنی رہیں۔ آئینی تحفظات
کو عملاً خاطر میں نہ لایا گیا اور اسلام کے نام سے بعض قوانین فقہ
جعفری کے مطابق وضع کر لئے گئے جو بنیادی اعتبار سے فقہ جعفری سے
متعارض تھے۔ فطرۃ شیعہ مسلمانوں میں تذبذب واضطرار کی
گہر دوڑ لگی جس کے نتیجے میں عوامی تحریکیں ابھر رہی ہیں اور ناکوار ساکھ جاتا
رہ رہا ہے۔

چنانچہ ۶ جولائی ۱۹۸۰ء کو قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مفتی
جعفر حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ اور صدر پاکستان جنرل محمد ضیا الحق
صاحب کے مابین جو سنل سابق وزیر مذہبی امور محمد دہلوی صاحب
تصفیہ طے پایا یہ معاملہ جیٹ مارشل لائیو منسٹر ٹریک کے سیکرٹریٹ پر

اسلام آباد میں صدر پاکستان کو موصول ہوا۔ اس محضف تحریری معاہدہ
کے وقت صدر پاکستان جنرل محمد ضیا الحق صاحب نے اپنی گزشتہ
یقین دہانوں کا اعادہ فرماتے ہوئے ان کو مصدق و موثق قرار
دیا اور فرمایا کہ ہر ایک کے مذہبی عقیدے کا احترام کیا جائے گا۔
اور کسی بھی فقہ کے ماننے والے مسلمان پر کسی دوسرے مسلمان کی
فقہ کو مسلط نہیں کیا جائے گا۔

صدر پاکستان نے مزید یقین دلایا کہ وہ اپنے سابقہ احوال
و موقف پر یکسو قائم اور مخلص ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ
۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء تک تمام موجودہ تحفظات کو قانونی شکل دینے کا
اقدام کریں گے۔ چنانچہ وعدہ ضبط تحریر میں آیا اور اس دستاویز
پر سرحدی مفتی جعفر حسین صاحب اور محمود دہلوی صاحب سابق وفاقی
وزیر مذہبی امور نے دستخط ثبت فرمائے۔

اس عہد نامہ کی لویہ نے شیعہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا
کیا اور تحریک میں سردی پیدا ہو گئی مگر اس پر بھی عمل درآمد نہ ہوا۔
۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء کے دن کانسٹیبل ایف اے نے محمد کی حسرت لکھنے
غروب ہو گیا۔ اس کے بعد حکومت نے اسلام کے نام پر ایک شخص
فقہ کی روشنی میں قانون ساز کا جاری رکھی۔

یہ اظہار میں شمس ہے کہ امت مسلمہ پانچ معروف فقہی مکاتب
میں منقسم ہے۔ فقہ حنفیہ، فقہ جعفریہ، فقہ حنبلیہ، فقہ مالکیہ اور
فقہ شافعیہ۔ فقہ جعفریہ کے پیروکار فقہ حنفیہ کے علاوہ باقی تین
فقہوں کے ماننے والوں سے تعداد میں زیادہ ہیں مگر پھر بھی وہ
اس حق میں نہیں ہیں کہ کسی فقہ کو کسی دوسری فقہ کے ماننے والوں پر

کثرت نفری کی بنیاد پر زبردستی ٹھونس جائے۔
 یہ بات اہل تشیع سے کہ اسلام پر کسی کی ٹھیکہ داری نہیں ہے
 ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے طرز حیات کو قرآن و سنت کے
 سانچے میں ڈھالے اس تفصیل و اجتہاد کے مطابق جو اس کی اختیار
 کردہ فقہ کے فقہانے تعلیم دی ہے۔ اسلام صرف فقہ حنفی کا نام
 نہیں ہے مکتب جعفریہ بھی اسلامی درس گاہ ہے اور باقی میں نہیں
 بھی اسلامی اسکول ہیں۔

اسلام عالمگیر و آفاقی دین ہے۔ اس پر کسی فرقہ یا جماعت کی
 اجارہ داری نہیں ہے۔ لہذا کوئی طبقہ اس کا حجامہ نہیں ہے کہ
 دین الہی کی بنیادی خصوصیات پر اپنا حق ملکیت جتانے ہوئے دوسروں
 پر اپنی رائے کو زبردستی مسلط کرنا پھرے۔ کیونکہ کسی مخصوص فرقہ
 کو کسی دوسرے پر کھوٹے سے لامحالہ نظر پاتی تنازعات جنم لیں گے
 اور ایسے ہی اختلافات کی کشمکش کے نتیجے میں ماضی میں اسلام
 اپنے ہی خون میں کئی مرتبہ غوطے کھل چکا ہے۔

کسی خاص فرقہ کے متبعین اگر اس پہنچ کر سوچتے ہیں کہ دوسروں کو
 اپنی مرضی کی فقہ کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے تو یہ سوچ
 بڑی ہی مہلک ہے۔ ایسا اندازہ فکر اور یہ منہ دھری قومی یک جہتی، وطنی
 وفادار اور اجتماعی کام ملت مسلمہ نیز سلامتی وطن عزیز و مملکت خداداد پاکستان
 کے لئے صحت علیٰ حقہ نہیں۔

ہم نے کچھ عرصہ قبل شہر کراچی میں مسلمانوں کے درمیان کھیلے جانے والی خون
 کی ہوئی کو پچھتمہ شہر اور ریدل سوزاں دیکھا ہے جس کی جڑ قسدا و مسلمانوں
 کے ایسے ہی باہمی اختلافات تھے جنہاں کہ شیعہ کی متعدد مساجد اور امام باگاہیں
 نذر آتش کر دی گئیں اور ایسا ہی خونخوار سال پنجاب میں کھلا۔

مندرجہ ذیل مختصر معروضات کی روشنی میں ہر صاحب عقل سلیم کو پتہ چلے گا
 قائم کرے گا کہ پاکستان میں آباد شیعہ مسلمانوں کے لئے فقہ جعفری کو نافذ کرنا چاہا
 تاکہ ملک و ملت کے وقار و سلامتی اور استحکام و آبرو کو تقویت حاصل ہو اور
 تمام مسلمان شیعہ و سنی اسلامی برہنہ اخوت کے تلے جمائی جھائی ہو کر
 عظمت اسلام اور ترقی پاکستان کی خاطر نظام اسلام کی کٹاری کے دیہوں
 کی طرح منزل بامراد کی جانب ہاتھ دھکیں۔

قائد اعظم کے ۱۹۴۷ء میں جتنی طور پر طے کردہ معاملہ کو ایسے نازک موقع
 پر پھر سے اٹھانا جبکہ قومی تعمیر کی مصروفیات جاری ہوں ناخود قدم ہے
 چاہے کسی سمت سے اٹھے حقیقت میں یہ اسلام و پاکستان کے بدترین
 دشمنوں کی شرارت آمیز چال ہے۔ ایسا کوئی بھلی حربہ جو اہل تشیع کیلئے
 تعارف و نفوذ فقہ جعفری کی رکاوٹ ہے دراصل مفسدانہ قزم ہے۔ گفتار
 کا تعطل و التواء ہو یا کسی کمیٹی کمیشن کا فقرہ پرانا طول کا بہانہ بنے فائدہ
 ہے اس معاملہ کو جتنا لٹکایا جائے گا اتنا ہی وقار و عزت رساں ہوگا۔ جتنی کہ
 صورت اس بگڑی حالت میں تبدیل ہو جائے گی جہاں حالات کو قابو میں
 رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ نہ کچھ حاصل ہوگا نہ وصال۔

پس ہمارا نیک مشورہ یہی ہے کہ حقائق کو اس کا حق دینے میں تاثر
 نہ کیا جائے اس راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کر کے آئین پاکستان
 سے وفاداری کا ثبوت دیا جائے۔ اس طرح قوم کا اعتماد بحال ہوگا اور
 ملک و ن دگنی رات جو کتنی ترقی کرے گا۔ یہ فرقہ واریت کا زہر اسی وقت
 پھیلنا ہے جب احساں محرمی پیدا ہو یا برتری کا بھوت سرا ہو جائے
 و لول نفیاتی امر ارض ہیں اور ان کا واحد علاج ایمانی رشتے کی مضبوطی
 ہے جب اس رشتے میں ضعف کو محسوس کیا جائے تو اس کا بہتر علاج احکام
 الہی یا بند کرنا ہے۔ ہمارا فکر یہ ہے کہ ہم نے یہ خطہ ایمانی بوہت قربانیاں

دیکر صرف اس لئے حاصل کیا تھا کہ برصغیر میں آیا دمسلمان اسلام کے
 ابدی اصولوں کے مطابق لیجا و متحد ہو کر اپنی زندگیاں آزاد ماحول میں بسر
 کریں تاکہ ہمارے شخص اسلامی نمایاں رہے اس مقصد کے لئے اتحاد و یکجہتی
 بہت ضروری ہے مگر انہوں نے ہم اپنا مقصد بھول بیٹھے۔ جد و جہد آزادی اور
 تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانوں نے جس اتفاق کا مظاہرہ کیا اسی کی
 بدولت ہم حصول پاکستان میں کامیاب ہوئے اگر ہم اس وقت اپنے فروعی
 اختلافات اور گروہ بندیوں میں الجھ جاتے تو غلامی کی زنجیر سے پہلے سارے
 حاصل نہ کرتے چنانچہ ملک کی سلامتی اور استحکام کا راز اتحاد میں ہی مضمر ہے
 ہم ایک خندہ۔ ایک رسول۔ اور ایک قرآن کو ماننے والے ہیں۔
 ہمارے آپس کے فروعی اختلافات صدیاں پہلے سے ہیں۔ ان کی موجودگی
 میں بھی ماضی میں کئی بار صبر و تحمل اور برداشت و رواداری کے اوفٹا
 سے ہم نے اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے
 پیش نظر اب پہلے سے کہیں زیادہ برداشت و رواداری کا مظاہرہ مطلوب
 ہے تاکہ دشمن ہمارے اندرونی انتشار سے اپنا غموم مقصد حاصل
 نہ کر سکے چنانچہ اس مشکل کا واحد حل یہی ہے کہ اکابر الدینیت
 سنبھریں اسلامی اصول کے مطابق ہر مسلمان کو اس کی مذہبی آزادی کا حق
 فراخ دلی کے ساتھ دے دیا جائے۔ و ما علینا الا البلاغ:-

عبدالکریم مشتاق

عبد الکریم مشتاق

کی

ایمان افروز مطبوعہ تحقیقی کتب

(۲۱) اہل بیت اور ازواج میں فرق	(۱) پوروں کے
(۲۲) شیعہ مذہب سچا ہے (انگور کئے ہیں)	(۲) صدیق اکبر اور عارف اعظم
(۲۳) ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟	(۳) بل اور بنا
(۲۴) ہزار گھڑی دس ہماری	(۴) آئینہ توحید
(۲۵) حدیث تسلط علیہ بندہ ذاکٹر اسرار احمد	(۵) اصول دین (میں شیعہ کیوں ہوں؟)
(۲۶) چراغ تلک اند میرا	(۶) تصدیق لفظ شیعہ
(۲۷) بتائے دوام	(۷) ہم حد کیوں کرتے ہیں؟
(۲۸) ہم سنی کیوں کہیں؟	(۸) وہی رسول اللہ
بجواب ہم سنی کیوں ہیں	(۹) صرف ایک راستہ
(۲۹) شیعہ مذہب حق ہے	(۱۰) علی ولی اللہ
(۳۰) عنوان	(۱۱) سونہاری ایک لوہاری
(۳۱) فقہ اعظمی اور مختلف مکاتب فقہ	(۱۲) فروغ دین
(۳۲) قبور غلام	(میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا؟)
(۳۳) چار یار	(۱۳) کہاں تم، کہاں ہم
(۳۴) شرح غلب معصومین	(۱۴) وہی ہجوم، وہی منصف
(۳۵) اہم ہم کا دوسرا نام	(۱۵) آگے نہان بخول پر!
ایمن سپاہ صحابہ پاکستان	(۱۶) ہار رسول اور عارف اور
(۳۶) چادر انسانیت	(۱۷) افسانہ تقدیم کاٹوم
(۳۷) علمی اور سیاست	(۱۸) واقعہ قرطاس اور کردار عمر
(۳۸) اتباع رسول	(۱۹) آپ کا کیا حال ہے؟
	(۲۰) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا!